مسلمانانِ عالم کی ترقی اور اصلاح و فلاح کے لیے

شیخ الاسلام امام احمد رضا خان بریلوی کی

عظیم کاوشیں

تصنیف

ثانوی معتبر کیمبرج یونیورسٹی کے محقق و دانشور

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب (نومسلم)

مترجم

مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف)

رضا اکیڈمی یوکے آزاد کشمیر

RA

RAZA ACADEMY

مسلمانانِ عالم کی ترقی اور اصلاح و فلاح کے لیے

شیخ الاسلام امام احمد رضا خان بریلوی کی

عظیم کاوشیں

تصنیف

برطانوی مفکر، کیمبرج یونیورسٹی کے محقق و دانشور

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب (نومسلم)

مترجم ○ مولانا ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (بریلی شریف)

مرتب

حضرت علامہ مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری چھتروہی کشمیری

رضا اکیڈمی یو کے آزاد کشمیر

نام کتاب: امام احمد رضا خاں کی عظیم کاوشیں

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (نومسلم) برطانیہ

مترجم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف)

پروف ریڈنگ: حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری

مرتب: الحاج پیر محمد الیاس چھتروہی قادری، کشمیری
بانی رضا اکیڈمی (انٹرنیشنل)

باراول: ربیع الاول ۱۴۲۶ ہجری/اپریل 2005ء

ناشر: Raza Academy (International)
138-Northgate Road, Stockport, SK3 9NL, U.K.

رضا اکیڈمی: داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

رضا اکیڈمی: مدینہ مسجد سیکٹر سی 2 میرپور آزاد کشمیر

رضا اکیڈمی: 104 جیسولی بریلی، یوپی (انڈیا)

پاکستان میں ڈسٹری بیوٹر: علمی پبلشرز داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ اشرفیہ مرید کے ضلع شیخوپورہ

انڈیا میں ملنے کا پتہ: رضا اسلامک اکیڈمی 104 جیسولی، بریلی، یوپی (انڈیا)

اس کتاب کو "رضا اکیڈمی سٹاکپورٹ یوکے" کی (25ویں سالگرہ) سلور جوبلی کے موقع پر شائع کیا گیا

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب

تعارف

نومسلم انگریز پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے قبولِ اسلام پر اہلِ اسلام بالعموم اور اہل سنت جتنا بھی فخر کریں کم ہے ۔ان جیسے دانشور کا اسلام کے دائرہ میں آنا حقانیتِ اسلام کے ایک زندہ معجزہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے ۔ان کو مجھ سے زیادہ قریب سے کسی نے شاید ہی دیکھا ہو ان سے اسلام ،اہلسنت ،اور امام احمد رضا پر جو کام احقر نے کروایا اگر وہ مجھ سے نہ ملتے تو وہ یہ علمی اور تبلیغی کام شاید کبھی نہ کر سکتے ۔ میری ان سے پہلی ملاقات ان کے اسلام قبول کرنے کے ایک سال بعد ہوئی ۔اس وقت شیطان سلمان رشدی نے اپنی ناپاک کتاب لکھی تھی ۔اس ناپاک کتاب کا پہلا علمی ردعمل پروفیسر آصف حسین اور احقر نے لکھا اور ایک دوست کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن منظرِ عام پر آیا ۔کتاب اتنی مقبول ہوئی اور اس کی مانگ اتنی بڑھی کہ ہم کو اسکے دو ماہ میں دو ایڈیشن شائع کرنے پڑے ۔یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو بھی پہنچی اور انہوں نے مجھے اور پروفیسر صاحب کو لکھا اگر آپ کو کسی قسم کے تعاون کی ضرورت ہو تو مجھ سے رابطہ کریں ۔

ایک محفل میں پروفیسر صاحب سے ڈاکٹر صاحب کی ملاقات ہوئی،

پھر ایک دن پروفیسر صاحب میرے ہاں تشریف لائے اور کہا کہ آؤ چلیں تم کو ایک نومسلم پروفیسر سے ملاقات کرواتا ہوں پروفیسر صاحب کو میں اپنی کار میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے گھر لے گیا۔ چونکہ پروفیسر آصف حسین صاحب کو دعوت تھی اور مجھ کو نہیں تھی اس لیے میں گھر کے اندر نہ گیا۔ پروفیسر صاحب نے ان کو بتایا کہ ایک ساتھی جو مجھے کار میں لائے ہیں باہر کار میں بیٹھے ہیں اور انھوں نے میرے بارے میں بتایا کہ "رضا اکیڈمی" قائم کی ہوئی ہے اور انگریزی ماہنامہ "دی اسلامک ٹائمز" شائع کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مکان سے باہر آکر گھر کے اندر آنے کی دعوت دی۔ میں ان کے ساتھ گھر کے اندر گیا اور انھوں نے مجھے بتایا کہ تمہارا ماہنامہ "دی اسلامک ٹائمز" وہ پڑھتے رہتے ہیں اور اس کو انہوں نے بڑا مفید پایا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ ہمارے ماہنامے کے لیے لکھا کریں۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ لکھا کریں گے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ جو انھوں نے پہلے ہی اسلام پر لکھا ہوا ہے وہ بھی عنایت فرمائیں۔ تو انھوں نے اپنا فون نمبر دیا اس کے بعد ہم چلے آئے۔ تقریباً ایک مہینہ بعد میں نے ان کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی اور پھر وہ وقت پر تشریف بھی لائے ہم نے ایک ساتھ کھانا کھایا اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال کیا۔

میرے ساتھ اس پہلی ملاقات میں جو میرے گھر پر ہوئی میں نے ان کو امام احمد رضا کے بارے میں بتایا کہ اسلام اور اہل سنت کے لیے امام احمد رضا کی تحریکیں اور علمی خدمات کیا ہیں اور انھوں نے اسلام اور اہل

سنت کے لئے کتنا بیش قیمت کام اپنے عہد میں کیا ہے۔ان کو یقین نہ آیا کیونکہ انھوں نے امام احمد رضا کے تمام معاصرین کے بارے میں پڑھا تھا مگر کسی کتاب میں اعلٰحضرت بریلوی کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ دیکھا تھا۔بہرحال میں نے ان کو امام احمد رضا کے اردو ترجمۂ قرآن ،سلام رضا کا ترجمہ اور الدولۃ المکیہ کا خلاصہ انگریزی میں چھپے ہوئے دیئے۔یہ تمام تراجم رضا اکیڈمی برطانیہ نے شائع کئے تھے۔

اس پہلی ملاقات میں، میں نے ان سے عرض کیا کہ اپنے قبول اسلام کے بارے میں ایک کتاب لکھیں ۔انھوں نے فرمایا اگرچہ یہ کام بہت مشکل ہے مگر کوشش کروں گا ۔ایک ہفتہ بعد انہوں نے مجھ کو فون کیا اور اپنے گھر بلایا ۔میں وہاں گیا اور انہوں نے فرمایا تم نے جو لکھنے کو کہا تھا میں نے لکھ دیا ہے اب اس کو شائع کرو میں نے انکی یہ کتاب ''میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟'' بزبان انگریزی (Why I accepted Islam) شائع کردی۔اسکی بہت پذیرائی ہوئی ۔اہل علم اور تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں و نومسلموں نے اس کو بہت پسند کیا اور کتنے ہی انگریز اس کتاب کو پڑھ کر کفروشرک کی تاریکیوں سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔آج تک اس کتاب کے کتنے ہی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۔میں نے لاہور میں محترم غلام مرتضٰی سعیدی سابق صدر انجمن طلباء اسلام، پاکستان (A.T.I) سے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کے لیے عرض کیا، اور انھوں نے ترجمہ کردیا اور وہ کتاب شائع بھی ہوئی ۔یہ کتاب آج کے دور میں اسلام کا سب سے عمدہ اور علمی تعارف ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں جن موضوعات کو اپنے اسلام قبول

کرنے کے لیے زیرِ قلم کیا ہے وہ یہ ہیں:۔
(۱) تعارف (۲) ذاتی وجوہات (۳) سیاسی وجوہات (۴) دانش وارانہ وجوہات (۵) اسلام ہمیشہ رہے گا (۶) اخلاقی وجوہات (۷) اسلام کی حقانیت (۸) نتیجہ

جب کوئی جدید ذہن ان عنوانات ہی کو ایک نظر دیکھتا ہے تو وہ دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش کہہ اٹھتا ہے کہ اس انسان کے پاس کوئی خاص انعامِ خداوندی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا اور یادداشت بلا کی تھی وہ ۶۰۰ صفحات کی کتاب ایک گھنٹہ میں پڑھ لیتے اور ان کو یاد بھی رہتا کہ کون سا واقعہ یا بات کس صفحہ پر ہے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ انھوں نے اس فضلِ خداوندی کا اظہار اپنے قلم سے خوب کیا۔ مشکل سے مشکل موضوعات پر انھوں نے لکھا اور لکھنے کا حق ادا کردیا۔ انگریزی ان کی مادری زبان تھی مگر ہر انگریز بھی آسان زبان میں بڑی بڑی باتیں آسانی پیرائے میں بیان نہیں کرسکتا مگر پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا یہ خاص کمال تھا کہ وہ بہت ہی آسان زبان میں مشکل سے مشکل بات کرسکتے تھے اور لکھ بھی سکتے تھے۔ ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت آسان سلیس زبان میں ہیں۔

میں نے ان سے امام احمد رضا پر لکھنے کے لیے عرض کیا۔
انھوں نے امام احمد رضا پر ایک تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' (World Importance of Islam Ahmad Raza) کے نام

سے لکھا اس تحقیقی اور جامع مقالہ میں ڈاکٹر محمد ہارون نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔امام احمد رضا پر اس سے بہتر شاید ہی کسی نے اس طرح گہرائی و گیرائی ،علمی ،تحقیقی انداز میں لکھا ہوگا احقر نے اس مقالہ کو ''ماہنامہ دی اسلامک ٹائمز'' میں شائع کیا پھر اس کو کتاب کی شکل میں طبع کرایا پھر اس کا ترجمہ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب سابق صدر انجمن طلباء اسلام ،پاکستان نے احقر کی فرمائش پر کیا۔نیز یہی ترجمہ میں نے اشاعت کے لیے ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف روانہ کیا اور لکھ دیا کہ مترجم کون ہیں ۔کسی وجہ سے مترجم کا نام لکھنے سے رہ گیا ۔یہ ترجمہ کراچی ،لاہور اور دیگر جگہوں سے بھی شائع ہوا مگر کسی بندہ خدا نے یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ جستجو کی جائے کہ مترجم کون ہے ؟ یہ مقالہ شائع ہوتا رہا اسے خوب پسند کیا گیا ۔میرے عرض کرنے پر بھی آج تک کسی محترم نے یہ غلطی درست نہیں کی۔اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسا عظیم کام مجھ سے ادنیٰ کے ہاتھوں کیوں ہوا ؟ کسی بزرگوار نے یہ بھی لکھنے پوچھنے کی تکلیف گوارہ نہ کی کہ ایک نوٹ لکھ کر یہ بتایا جائے کہ ڈاکٹر محمد ہارون کہاں اور کون ہیں؟ بعض نے تو اپنی تحقیق (گھر بیٹھے) سے لکھ دیا کہ ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا کی کتابیں پڑھ کر اسلام قبول کیا۔یہ ایک دیوانے کی بڑھ تو ہوسکتی ہے مگر حقیقت سے اس کا ذرہ برابر تعلق نہیں ۔1988ء تک کتنی کتابیں امام احمد رضا کی انگریزی میں چھپی تھیں ۔کیا ان بزرگوں میں کوئی بتا سکتا ہے ؟شاید اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہو!

میں ڈاکٹر محمد ہارون سے مسلسل اصرار کرتا رہتا کہ امام احمد رضا پر

وہ مزید لکھیں مگر وہ کہتے کہ مجھ کو اصل کتابیں انگریزی میں دو کہ امام صاحب نے کیا لکھا ہے یا کوئی خاص اشارہ کسی خاص موضوع پر کیا ہو۔ بہرحال میں نے امام احمد رضا کے ایک رسالے ''تدبیر فلاح و نجات اصلاح'' کا ترجمہ ایک ساتھی ڈاکٹر محمد رضا سے کرایا۔جس میں امام احمد رضا نے چار نکات لکھے ہیں ۔یہ ترجمہ جب تیار ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے اس کو بہترین اور معیاری انگریزی میں احقر کے تعاون سے ایڈیٹ کیا اور پہلے دو نکات پر پانچ جامع تحقیقی مقالات لکھے۔اس موضوع پر اس سے پہلے اتنے مفصل علمی، گہرائی اور گیرائی سے کسی بھی اہل علم وقلم نے نہیں لکھا۔ہم نے ان مقالات کو ماہنامہ اسلامک ٹائمز میں پانچ اقساط میں شائع کیا اور پھر پانچ مقالات کتاب بنا کر انگریزی میں شائع کیا ۔خدا بھلا کرے ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب ،بریلی شریف (بھارت) کا جنھوں نے خود ہی ان مقالات کو اردو میں ترجمہ کردیا جو ہم نے کتابی صورت میں شائع کردیے۔ پاکستان میں بھی کراچی و لاہور سے یہ مقالات شائع ہوئے مگر کثرت اغلاط کے ساتھ۔

اس دوران ہم کوشش کرتے رہے کہ امام احمد رضا کی کتابوں کے انگریزی تراجم مزید شائع کریں ہماری تحریک پر تراجم ہم کو ملنے لگے اگرچہ ترجمے بہت ہی کمزور اور پرانی انگریزی میں تھے۔ان کو ہم نے خوب محنت کے ساتھ ایسا تیار کیا کہ اگر امام احمد رضا کی یہ کتب انگریزی میں ہوتیں تو یقیناً بالکل ایسی ہی ہوتیں ۔ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ایڈیٹنگ کا کام کیا۔ میں ان کی مدد کرتا کیونکہ میں اردو جانتا تھا ،وہ اردو نہیں جانتے تھے ۔اس

طرح ہم دونوں مل کر یہ کام کرتے رہے اور ترجمے تیار ہوکر چھپنے لگے۔یہ تراجم بشیر حسین ناظم صاحب ،ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب ،ڈاکٹر مطلوب حسین صاحب ،ڈاکٹر محمد رضا صاحب ، پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب،ڈاکٹر محمد جونیجو صاحب، محمد افضل حبیب صاحب اور محمد ستار صاحب نے کئے ۔یہ سلسلہ آہستہ آہستہ مزید آگے بڑھنے لگا۔دوسرے اہل علم نے بھی تراجم کئے۔

اس عرصہ میں پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب نے ''تمہیدِ ایمان'' کا ترجمہ کیا ۔پروفیسر صاحب کی انگریزی اچھے معیار کی تھی مگر آسان نہیں تھی۔ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ان کی انگریزی کو نہایت آسان اور اعلیٰ معیار کا بنایا۔ احقر کے بار بار اصرار پر پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب مرحوم نے ''حدائقِ بخشش'' کی نعتوں کا منظوم انگریزی ترجمہ شروع کیا اور یہ تراجم بہت پسند کئے گئے اور ہمارے ادارہ نے انہیں کتابی صورت میں کر شائع کیا۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب اس پر نظر ثانی کرتے اور کئی بار ایسا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب مجھ سے پوچھتے یا اگر پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب ہوتے تو ان سے پوچھتے کہ امام احمد رضا کا اتنا اعلیٰ پائے کا کلام ہے یا قریشی صاحب اس کو اعلیٰ بنا کر ترجمہ کر رہے ہیں تو میں اور قریشی صاحب انہیں بتاتے کہ یہ تراجم امام کے کلام کے سامنے کچھ بھی نہیں اور قریشی صاحب کبھی فرمادیتے کہ میرا ترجمہ اصل کلام کے مقابلے میں 80% ہے اور ڈاکٹر صاحب کہتے امام احمد رضا کی شان ایسی ہی تھی کہ ان کا کلام اعلیٰ

پایہ کا ہونا چاہیے۔اور جب دوسرے تراجم ڈاکٹر ہارون نے ایڈیٹADDET کیئے تو وہ سمجھنے لگے کہ امام احمد رضا اس مقام کے لائق ہیں اور گزشتہ دور کے بزرگوں کے جانشین کی شان ایسی ہی ہونی چاہیے کہ ان کے کلام نظم و نثر اعلیٰ معیار کے ہوں۔

ہم نے کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دس تعلیمی نکات، ترجمہ کرواکر ڈاکٹر صاحب کو دیں تاکہ وہ اس موضوع پر بھی لکھیں۔جیسا وہ پہلے دوسرے موضوعات پر لکھ چکے ہیں۔یہ کام محترم محمد افضل صاحب نے بخوبی انجام دیا۔اور پھر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس موضوع پر بھی اعلیٰ معیار کے دو علمی اور تحقیقی مقالات لکھے اور لکھنے کا حق ادا کردیا۔ڈاکٹر محمد ہارون ایک بین الاقوامی دانش ور تھے اور جو کچھ وہ لکھتے وہ بین الاقوامی معیار کا ہوتا اور اتنی گیرائی و گہرائی سے امام احمد رضا پر پہلے کسی نے نہیں لکھا۔یہ ڈاکٹر محمد ہارون کے مقدر میں تھا کہ نو مسلم ہو کر بھی انھوں نے وہ کام کیا جو برصغیر پاک و ہند کے سنی اسکالرز کو کرنا چاہیے تھا مگر یہ ان کے مقدر میں تھا اور انھوں نے کر دیا۔اور اس علمی انداز میں کیا کہ ان کی خدمات کی جتنی بھی تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ایسے فکرو نظر دانش اور اس صدی میں شاید ہی ہوا ہو۔اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بے شمار مقالات لکھے اور وہ تمام مقالات اس قابل ہیں کہ ان کو کتاب بنا کر شائع کیا جائے اور جلد ایسا ہوگا انشاء اللہ العزیز

ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ان کی ۲۰ کتابیں شائع ہوئیں نیز انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ بہت ہی اعلیٰ معیاری کی انگریزی میں کیا اور

تفسیر قرآن پر بھی انھوں نے کام شروع کیا اور آخری پانچ سپاروں کی تفسیر لکھی۔

ان کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

(۱) میلا د النبی ﷺ (۲) غوث الاعظم رضی اللہ عنہ (۳) اسلامی سزائیں (۴) اسلامی ریاست (۵) اسلامی معاشرہ کا قیام (۶) اسلام اور شراب (۷) اسلام میں عورت کا مقام (۸،۹) بنیاد پرستی دو حصے (۱۰) میں مسلمان کیوں ہوا؟ (۱۱) قادیانی سے مسلمان خبردار رہیں (۱۲) حزب التحریر سے مسلمان خبردار رہیں (۱۳) عصمت انبیاء (۱۴) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت (۱۵) سائنس کے حدود (۱۶) قرآنِ آخری کلام الٰہی (۱۷) امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ (۱۸) سورۃ یٰسین کا ترجمہ اور تفسیر (۱۹) اسلام اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ (۲۰) امام احمد رضا کی ۱۹۱۲ء کی پالیسی۔

یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر محمد ہارون ایک سچے مسلمان تھے۔انہوں نے اسلام کے لیے اپنی مختصر زندگی میں جو اعلیٰ اور معیاری کام کیا یہ کام ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا ورنہ بڑے بڑے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب قبولِ اسلام کے روز اول ہی سے ایسے نہیں تھے مگر ان کو اس راستے پر پوری طرح گامزن کرنے میں احقر کا بڑا عمل دخل ہے اور اگر میری ان سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید وہ اتنا کام نہ کر پاتے جتنا انھوں نے کیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

نومسلم برطانوی مسلمان پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب جہاں ایک بڑے بین الاقوامی اسکالرز اور صاحب علم وفضل تھے اتنے ہی وہ مخلص ،سادہ اور معمولی اور عام

زندگی بسر کرتے تھے سنت رسول ﷺ کے مطابق زمین پر بیٹھنے کو ترجیح دیتے اور بات بات میں رسول رحمت ﷺ کی احادیث صحابہ اور بزرگان ملت کے اقوال کا حوالہ دیتے اور عمل بھی کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کی تلقین کرتے نیز تحریروں میں جو کچھ لکھتے وہ دل سے ہوتا، پہلے وہ اس پر خود عمل کرتے پھر دوسروں سے بھی امید کرتے کہ وہ عمل کریں اور دنیا و آخرت دونوں کو سنوارلیں۔

میں نے زندگی میں بہت بڑے بڑے عالم ،اسکالرز، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دانشور دیکھے ان سے بات چیت ہوئی ان کی تقریریں سنیں ،ان کی کتابیں پڑھیں مگر ان میں وہ بات نہیں جو ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی باتوں ،تقریروں اورتحریروں میں ہے۔ یہ صرف میرا ہی تاثر نہیں ہے بلکہ یہ ہر فرد کا تاثر ہے جس نے ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو دیکھا، سنا، پڑھا ہوگا ۔میں نے خود جو دن ان کے ساتھ بسر کئے اور علمی و دینی کام کئے ان کی علمی معاونت سے ممکن ہوا اور مجھ سے زیادہ وقت ان کے قریب کسی نے نہ بسر کیا ہوگا اس دوران میں، میں نے ان سے بہت زیادہ سیکھا ہے اور وہ اب عملی زندگی میں کام آرہا ہے الحمد للہ ۔ ہمارے مذہبی رہنماؤں نے ان کو اپنے قریب آنے دیا اور نہ ان کے قریب گئے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان بزرگوں میں کسی علمی کام کرنے یا کروانے کی نہ ہی حیثیت تھی اور نہ ہی جذبہ۔کاش ہمارے بزرگان عظام اور علمائے کرام اس طرف توجہ دیں ۔اور اس طرح سنی عوام اور مذہب کو جو فائدہ اور استحکام ہوگا وہ تخیل سے بھی بلند ہے۔

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم کی انگریزی زبان میں کتاب

(THE REFORM POLICY OF IMAM AHMADRAZA)

کا اردو ترجمہ ہے جو کہ اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اردو

دان طبقہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے امید ہے کہ اردو دان لوگ اس کتاب کو پڑھ کر استفادہ کریں اور قوم و ملت کے لئے کچھ کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے۔

قارئین سے عرض ہے کہ کتاب پڑھ کر اپنے خیالات سے آگاہ فرمائیں اور اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے کیا تجاویز ہیں اور عملی طور پر وہ کیا کرنا چاہتے ہیں پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون نے کوئی خاص نقطہ پیش کیا ہے اس مزید لکھنے کی ضرورت سمجھتے ہیں تو آج ہی ہم سے رابطہ کریں آپ کی رائے کے لئے ہم چشمِ براہ ہیں۔

محمد الیاس قادری
چھتروی و کشمیری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) عالم اسلام کے عظیم مدبر تھے۔ آپ کے تدبر اور دور اندیشی کا اندازہ اس مقالے سے لگایا جا سکتا ہے جو کلکتہ سے موصول ہونے والے حاجی منشی لعل خاں کے سوالات کے جواب میں آپ نے قلم بند فرمایا۔ یہ مقالہ ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' کے عنوان سے حسنی پریس، بریلی (۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) سے شائع ہوا۔

سولات یہ تھے۔

(۱) مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) ترکوں کی امداد کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

امام احمد رضا نے ان سولات کا بڑا مدبرانہ جواب عنایت فرمایا جو قابلِ مطالعہ ہے۔راقم نے اس مقالے کی اہمیت کے پیشِ نظر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ،سابق ناظم تعلیمات حیدر آباد ریجن (سندھ۔پاکستان) سے اس مقالے پر کام کرایا۔موصوف کوئنز یونیورسٹی،کینیڈا سے معاشیات میں ایم۔ایس۔سی ہیں اور معاشیات کے ماہر استاد ہیں۔فاضل موصوف کا مقالہ بعنوان '' فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں'' 'مرکزی مجلس رضا'' لاہور نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ اس مقالے کی

بے حد پذیرائی ہوئی۔اور بکثرت ایڈیشن شائع ہوئے۔ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ،کراچی نے پروفیسر ایم۔اے قادر (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ،سکھر) سے اس مقالے کا انگریزی میں ترجمہ کرایا جو بعنوان

Economic Guid Lines For Muslims

ادارہ مذکور نے شائع کیا۔اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔اسی ادارہ نے اس مقالے پر ڈاکٹر محمد کلال الدین نوری (استاد شعبہ معارفِ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی) کا رسالہ ''**الخطوط الرئیسیة للاقتصاد الاسلامی** ''علامہ محمد ابراھیم خوشتر صدیقی نے سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل (جنوبی افریقہ) کی طرف سے ایک ایڈیشن شائع کیا۔انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا کے اس مقالے پر انگریزی میں ایک فاضلانہ مقالہ قلم بند کیا جو رضا اکیڈمی ،انگلستان نے شائع کیا۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (ڈائریکٹر الرضا اکیڈمی،بریلی) نے اس مقالے کا اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۹۹۶ء میں اکیڈمی کی طرف سے شائع کیا۔از راہ کرم دو کاپیاں راقم کو بھی ارسال فرمائیں ۔مقالہ کی اہمیت کے پیشِ نظر ادارہ مسعودیہ ،کراچی اس کو شائع کر رہا ہے ۔مولائے کریم فاضل مصنف ومترجم اور ناشرین کو اجرعظیم عطا فرمائے ۔آمین!

احقر محمد مسعود احمد ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

(کراچی ۔پاکستان) ۳ جنوری ۱۹۹۷ء

کچھ مصنف کے بارے میں

زیرِ نظر کتاب کے مصنف عالی جناب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نسلاً انگریز ہیں ان کی ولادت ۱۹۴۴ء میں لیور پول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم لیور پول گرائمر سکول میں حاصل کی۔ بعدہٗ اعلیٰ تعلیم کے لیے کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے جہاں سے انھوں نے ۱۹۶۶ء میں تاریخ میں فرسٹ کلاس آنرز ڈگری حاصل کی۔ کیمبرج یونیورسٹی سے ہی ۱۹۷۰ء میں برطانوی قرون وسطیٰ کی تاریخ میں پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل کیا۔ اس کے بعد سے خود کو مارکسزم، کمیونزم اور بین الاقوامی امور کے عمیق مطالعہ اور تخفص و تحقیق کے لیے وقف کر دیا۔

۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر صاحب نے اسلام قول کیا اور تب سے ان کی زندگی میں ایک انقلاب آ گیا۔ انھوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں انگریزی میں ایک کتاب ''میں نے اسلام قبول کیوں کیا'' لکھی ہے جسے رضا اکیڈمی برطانیہ نے شائع کیا ہے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی تمام تر توجہ اسلامیات، اسلامی تاریخ، اسلامی سیاست کی مبذول ہوگئی۔

محترم ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اسلامی نظامِ تعزیر، عید میلاد النبی، اسلام اور عورت، قرآن کریم، سائنس کے حدود، اسلامی ریاست اور دیگر ملّی مسائل اور اسلامی موضوعات پر بیس (۲۰) سے زائد کتابیں اور پچاسیوں مقالات و مضامین تصنیف فرمائے ہیں ان کے کچھ تصانیف کے

عربی تراجم بھی ہو چکے ہیں ۔انھوں نے امام احمد رضا فاضلِ بریلوی پر بھی کافی لکھا ہے۔

کنزالایمان کی بنیاد پر قرآن کریم کا سلیس ترجمہ اور بیداغ تفسیر کی تیاری کر رہے ہیں ۔وہ اسلام کی بحالی کے لیے کوشاں ہیں ۔ڈاکٹر موصوف رضا اکیڈمی برطانیہ کے ڈائریکٹر اور رضا اکیڈمی کے جنرل ''اسلامک ٹائمز'' کے سرپرست ہیں۔ ڈاکٹر صاحب امام احمد رضا کے سچے عقیدت مند ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

کچھ اس تصنیف کے بارے میں

حقیقۃً امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کی اہم شخصیات میں سے تھے۔ آج جبکہ بیسویں صدی ختم ہونے چکی کہ ان کے نظریات اور کارنامۂ تجدید کی روشنی میں عصر حاضر کی آفات سے نمٹنے اور سلگتے ہوئے مسائل کو سرد کرنے کی طرف موڑنا چاہیئے۔

امام احمد رضا کی اہمیت پر کہنے اور لکھنے کے لیے ویسے تو بہت کچھ ہے۔ لیکن فی الحال زیر نظر کتاب کے توسط سے عالم انسانیت کے لیے ان کے نظریات کی قدر و قیمت کی ابتداء کی جارہی ہے۔

امام احمد رضا کی شخصیت اس لئے بھی اہم ہے کہ وہ ۱۴ ویں صدی ہجری کے مجدد اعظم تھے۔ اور انھوں نے خدائے لم یزل کے فرمان کے مطابق انسانوں کو حقیقی مذہب کو زندہ رکھتے ہوئے حقیقی زندگی بسر کرنے میں مدد فرمائی۔ اور آج جبکہ تمام سائنسی منصوبے مصیبت خیز حد تک ناکام ہو چکے ہیں انسانیت کو ان نظریات کی سخت ضرورت ہے۔

کتاب کے باب اول میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس سائنس والحاد، جدید عوامی معاشرے اور یک جماعتی اجتماعیت کے عہد میں روایاتی اسلام کس قدر برمحل اور لازمی ہے۔

باب دوم تا باب آخر میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ مسلم قوم کے فروغ کے لیے کس قدر برمحل اور کارآمد ہے۔

آج کی جدید سائنسی ملحدانہ ایک جماعتی اجتماعیت کی تحریک یہ عقیدہ پیش کرتی ہے کہ انسانی زندگی کا مرکز جدید طرزِ حکومت ہے۔آج انسان صرف حکومت کے لیے زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھے جا رہے ہیں ۔لیکن امام احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہے کہ حکومت کے لیے نہیں بلکہ اللہ عز وجل کے لیے جینا چاہیے۔ اولیت حکومت کو نہیں بلکہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قوم یعنی امت مسلمہ کو ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں رہتے ہوئے بھی ایک قوم ہیں۔

اسی امر کے لیے امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں منصوبہ پیش فرمایا کہ مسلمان اسٹیٹ سے احتراز کرتے ہوئے آزادانہ طور پر اپنی اس خوش حال کمیونٹی کی تشکیل کریں اور اسے فروغ بخشیں جہاں تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بہن کی طرح، علماء وصلحا کی رہنمائی میں، فرمانِ الٰہی کے مطابق اسلامی تہذیب کو زندہ رکھتے ہوئے غلبۂ اسلام کے لیے زندگی بسر کریں۔

یہ منصوبہ ہٹلر اور اسٹالن کے عوامی معاشرہ سے یکسر جداگانہ ایک علیحدہ دنیا کی تعمیر کا منصوبہ ہے جو مسلمانوں کو حکومت پر منحصر اور مرتکز سوسائٹی سے بچاتا ہے جو آج مغرب میں موجود ہے اور جس سے دنیا کی اکثریت متاثر ہے۔اور یہی سبب ہے کہ یہ منصوبہ اس قدر انوکھا اور اہم ہے ۔امام احمد رضا کا یہ منصوبہ جدید حکومت اور جدید سائنس کی پیدا کردہ نسلیت پرستی ،فرقہ وارانہ تعصب اور اذیت رسانی جیسی بیماریوں سے مسلمانوں کو بچاتا ہے۔اور اسی سبب سے یہ مسلمانوں اور انسانیت کو ایک نئی شروعات تہذیب اور سیاست

،معاشیات،سماج اور مذہب میں ایک ترقی پذیر راستہ پیش کرتا ہے۔

اس کتاب کے ابواب خود بولتے ہوئے ہیں اور مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ! قارئین کو اس کتاب میں پیش کردہ نظریات کی گہری اہمیت پر غور کرنا چاہے۔

امام احمد رضا غیر معمولی ذہین انسان اور اسلام کے مجدد تھے۔رضا اکیڈمی سٹاک پورٹ ،برطانیہ نے امام احمد رضا کے رسائل اور ان پر لکھی گئی کتابوں کی جدید اردو اور انگریزی میں اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔بطور ضمیمہ یہ رسالہ پیش خدمت ہے۔اس رسالہ کی تیاری میں حصہ لینے والے احباب بالخصوص ایم آئی کشمیری، افضل حبیب ،حافظ محمد صابر، محمد سلیمان اور ستار طاہر صاحبان شکریے کے مستحق ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

ڈائریکٹر رضا اکیڈمی سٹاک پورٹ، برطانیہ

تقدیم

۱۴ ویں صدی ہجری کے مجدد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز (ولادت :۱۸۵۶ء ۔وصال : ۱۹۲۱ء) نے جو کچھ لکھا اور کیا صرف غلبہ اسلام اور تجدید دین وملت کے حوالے سے ۔ انھوں نے نقلی وعقلی علوم وفنون پر پندرہ سو سے زیادہ کتب و رسائل تصنیف فرمائے اور علم وفن کو تحقیق کی نئی جہتوں سے آشنا کیا ۔ان کی ہر تصنیف کا لفظ لفظ سچائی کا آئینہ اور حرف حرف معتبر ہے ۔اور ان کی ہر تصنیف سے ان کے کارنامۂ تجدید کے خورشید کی شعائیں پھوٹتی نظر آتی ہیں ۔

۱۹۱۲ء میں اس بڑی برکتوں والی ذات امام احمد رضا نے ایک رسالہ بنام ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' تصنیف فرمایا تھا جو بمشکل تمام آٹھ دس صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کے کیف کا عجیب عالم ہے ۔یہ رسالہ ملتِ اسلام کے وقار و کامرانی اور فلاح ونجات کا ایک سدا بہار ضابطہ، ایک سیدھا سچا راستہ بلکہ یوں کہیے کہ ایک نسخہ کیمیا ہے ۔

انھوں نے زیر نظر رسالہ میں جو چار نکات تجویز فرمائے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں ۔

۱۔ باستثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے ۔اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے ۔

۲۔ اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی قوم کے محتاج نہ رہتے۔

۳۔ ممبئی ،کلکتہ،رنگون،مدارس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے۔

۴۔ دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہ کر علم دین کی ترویج و اشاعت اور اس پر عمل امام احمد رضا کا علمِ علم لدنی تھا اور وہ ہر شے کو مومنانہ فراست اور نگاہِ ولایت سے دیکھتے تھے۔کاش امام احمد رضا کے عہد میں مسلمانوں نے ان نظریات پر عمل کیا ہوتا لیکن امام احمد رضا کا نظریہ اس عہد سے لے کر آج تک کے اور آئندہ ادوار کے تمام مسلمانانِ عالم کے لئے ایک لائحہ عمل ہے جس پر کسی وقت بھی عمل کر کے مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ وسیع النظر،دانشوارانہ اور محققانہ جائزہ جو پیش کیا جا رہا ہے وہ ہے جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب ڈائریکٹر رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ انگلینڈ کا انگریزی زبان میں پانچ مقالات پر مشتمل جائزہ ہے۔ جو محمد الیاس کشمیری صاحب کی فرمائش پر لکھے گئے ۔یہ مقالات رضا اکیڈمی کے ترجمان ماہنامہ اسلامک ٹائمز اسٹاک پورٹ ،انگلینڈ کے شماروں نومبر ۱۹۹۵ء ،جنوری،مارچ،اپریل،مئی ۱۹۹۶ء میں شائع ہو چکے ہیں۔جن کی اہمیت کے پیشِ نظر مختلف رسائل و جرائد نے انھیں قسط وار شائع کیا ہے اور اب کتابی شکل میں پیش خدمت ہے۔

راقم السطور عزیزی نے ان کا اردو زبان میں ترجمہ بھی بانی و چیر مین محمد الیاس صاحب کی توجہ دلانے سے کیا ہے۔ اور اب یہ کتابی شکل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اپنے خیالات کی بلندی اور فاضلانہ قلم سے امام احمد رضا کے معاشی ،سیاسی،سماجی اور تہذیبی نظریات اجاگر کئے ہیں ۔ انھوں نے منصوبہ رضا کو ہر عہد اور ہر ملک کے مسلمانوں یہاں تک کہ عالم انسانیت کے لیے ایک بنیادی کلید اور فلاح و نجات کا واحد راستہ بتایا ہے اور اسی سے امام احمد رضا کی شان تجدید اور عظمت کو واضح کر دیا ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے دکھایا ہے کہ:

۱) چونکہ ہندستان اور برطانیہ میں لیبرل ،سیکولر اسٹیٹ قائم ہے ۔ لہذا وہاں منصوبہ رضا پر بآسانی عمل کیا جا سکتا ہے۔

۲) مسلم ممالک میں اس پر عمل بہت آسان ہے اور مسلمان اس پر عمل کر کے مشترکہ مسلم منڈی اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں اور معاشی طور پر مضبوط ہو کر مغربی طاقتوں کو اسلامی حکومتوں میں دخل اندازی سے روک سکتے ہیں اور انھیں جھکا سکتے ہیں۔

۳)الجزائر میں یہ منصوبہ ناکام اسٹیٹ کو کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔

۴) مسلمان کسی سیاسی تحریک اور غیر مسلم ممالک میں سیاسی دخل اندازی اور اپنی سیاسی پارٹی کے قیام کے بغیر بہت تھوڑی سیاسی سرگرمی سے اپنا وقار دوبارہ بحال کر سکتے ہیں۔

۵) مسلمانوں کو گورنمنٹ سروس کے پیچھے بھاگنے کی بجائے حرفت وتجارت پر بھرپور توجہ دینی چاہیے۔اور برداشت وحکمت عملی سے کام لیتے ہوئے خود کو مستحکم کرنا چاہیے۔مدرسہ، مسجد،اور خانقاہ کے ذریعہ تبلیغی مشن ،علم دین اور طریقت کو فروغ دینا چاہیے اور رفاہی،فلاحی و خیراتی اداروں کو پروان چڑھانا چاہیے۔

٦) مسلمانوں کو مسلم اورغیر مسلم آئی لینڈ کو پروان چڑھانا چاہیے۔جہاں دین اور علماء وصلحا کی حکمرانی اور قیادت ہو۔

۷) امام احمد رضا کا ہر نکتہ مذہب سے ہی ہم آہنگ ہے اور مذہب ہی سے مرتکز ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ بڑی پیاری بات کہی ہے کہ اس منصوبہ پر کوئی بھی مسلمان آج سے یا ابھی سے یا جس وقت سے چاہے عمل کر سکتا ہے۔عمل کرنے میں کامیابی ضرور ملے گی۔انھوں نے مثالوں کے ذریعے سے بھی اس پروگرام پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔جیسے کوئی مسلم خاتون یہ طے کر لے کہ وہ آج سے مسلم دوکاندار سے سودا خریدے گی۔اس پروگرام پر عمل کرسکتی ہے یا کوئی مسلم خاندان یہ سوچ کر مسلم محلہ میں گھر بناتا ہے کہ اس طرح اس کا تعلق مسجد، مدرسہ اور اپنی قوم سے رہے گا ابھی اس منصوبہ پر عمل کرسکتا ہے وغیرہ وغیرہ

ڈاکٹر موصوف نے یہ کہہ کر آزاد اور خود مختار سیاسی ،سماجی،معاشی اور تہذیبی شعبہ ہائے زندگی کے ذریعہ قوم کی تشکیل کرکے جو عالم گیر سطح پر کاروائی کے لیے مستحکم ہو سکے ،ہی کا نام تجدید اسلام ہے'' ثابت کردیا کہ

امام احمد رضا نے ہر اعتبار سے دین وملت کی تجدید کا کارنامہ سرانجام دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے ثابت کردیا کہ مسلم قومیت کی تشکیل اور ہر شعبہ میں زندگی میں نبی کریم ﷺ سے غیر مشروط اور مخلصانہ وفاداری سے ہی ہو سکتی ہے۔قارئین سے گزارش ہے کہ زیر نظر رسالہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

مترجم

ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی ، بریلی

۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کی اہمیت

امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی بحالی کے لیے جو چار نکاتی پروگرام پیش فرمایا تھا۔ وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور نہایت ہی جامع اور مؤثر منصوبہ ہے۔ جس پر مسلمانوں کو عمل کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں!

۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی ہولناک حالت کے بارے میں امام احمد رضا سے سوال کیا گیا مغرب ''سلطنتِ عثمانیہ'' کو بری طرح مغلوب کر رہا تھا۔ بہت سے مسلمان سلطنت عثمانیہ کی امداد کے سلسلے میں اسے مالی امداد بہم پہنچانے اور مغرب (برطانوی حکومت) سے مقاطعہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔

امام احمد رضا نے کیے گئے سوال کے جواب میں مسلمانوں کے فلاح ونجات اور اصلاح کے لیے ایک منصوبہ بھی پیش فرمایااور یہ صراحت بھی کردی کہ ان کی موجودہ کوششیں سودمند نہیں۔ مقاطعہ کارآمد نہیں ہوگا۔ اس وقت تو امام احمد رضا کی باتوں پر لوگوں نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ ترکوں کی امداد کے لئے جمع رقم ناکافی تھی اور اس کا بیشتر حصہ قوم پرست مسلم سیاست دان اپنے کیریر پر صرف کر رہے تھے اور حقیقتاً غیر ملکی مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں کر رہے تھے۔

امام احمد رضا نے مزید فرمایا کہ سلطنتِ عثمانیہ کو زیادہ سے زیادہ رقم اور مدد دینی چاہیے۔ لیکن امت مسلمہ کی بحالی اور فلاح ونجات کی یہ اصل

کلید نہیں تھی بلکہ وہ اس سے مختلف ہے۔

امت مسلمہ کی فلاح ، نجات اور اصلاح اور اسلامی تہذیب کے ساتھ اس کی تنظیم و تعمیر اور وہ تھا امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام ! علاوہ ازیں کسی اور کام کی سعی لاحاصل تھی۔اس لئے قوم کمزور تھی ،غلام تھی۔مقاطعہ یا مشترکہ ذمے داری کی مہم یا مالی عطیات کار آمد نہیں تھے۔جب کہ کوئی قومی تنظیم ہی نہ ہو۔منظم اور طاقتور قوم ہی کے ساتھ یہ تمام کوششیں مؤثر تر ثابت ہوسکتی ہیں اور بلا شبہ اسلامی تہذیب میں ڈھال کر ایک طاقت ور اور خود مختار قوم کی تعمیر و تنظیم ہی تجدید اسلام ہے حقیقی مسلم قوم کے سوا اور اسلام کیا ہے؟ اگر امت مسلمہ مضبوط اور طاقت ور ہے ،اسلام مضبوط اور طاقتور ہے۔

امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام سادہ اور آسان تھا۔اول یہ کہ مسلمانوں کو حکومتی امور عدالت سے قطع نظر کرکے (احتراز کرتے ہوئے) اپنے معاملات شریعت کی روشنی میں باہم فیصل کرنا چاہیے جس کا نتیجہ ہوگا سیاسی خودمختاری اور اسلامی سیاسی قیادت کا ارتقاء:

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے قبل مسلمانوں کی قیادت کی باگ ڈور علماء کے ہاتھوں میں تھی اور وہ شریعت پر عمل پیرا تھے لیکن استعماری حکومت نے علماء کی اس قیادت کو ختم کردیا۔برطانوی ہندستان میں علماء کی جاری کردہ شرعی نظام کی جگہ اینگلو محمڈن قانون اور خالص سیکولر آئین والی برطانوی کچہریوں نے لے لی۔

اگر مسلمان برطانوی نظام سے احتراز کرتے تو علماء اور شریعت

کی پشت پناہی میں رہتے۔مسلمانوں کے اصل قائد علماء و مشائخ ہیں۔امام احمد رضا کی تجویز کردہ خودمختاری و آزادی انہیں حکم شریعت میں رکھتی۔امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا دوسرا حصہ تھا مسلمانوں کا غیر مسلم معاشیات سے احتراز اور اپنی آزاد معاشیات کی تعمیر اور بحالی۔انھوں نے فرمایا کہ مسلمان کو آپس ہی میں خرید وفروخت اور لین دین کرنی چاہیے۔

ہندوستان میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرا جا رہا تھا وہ ایک قوم ہونے کے باوجود معاشرہ میں منتشر کئے جا رہے تھے اور تجارتی امور میں غیر مسلمانوں سے خلط ملط ہو رہے تھے۔اس طرح امت مسلمہ بتدریج زوال پذیر ہو رہی تھی۔

اگر مسلمان مسلمانوں سے ہی خرید وفروخت کرتے تو قوم کو بحالی حاصل ہوتی اور وہ مضبوطی کے ساتھ اتحاد میں بندھے رہتے۔امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا تیسرا جزو تھا '' اپنے آزادانہ بنکاری نظام کا قیام'' سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مسلمان ذاتی اور تجارتی غرض کے لئے سرمایہ داروں اور بینکوں سے قرض لیتے تھے۔نتیجۃً تجارت پیشہ طبقہ انتشار میں مبتلا تھا۔مسلمانوں کے لئے اپنے کسی معاشی نظام کا وجود نہیں تھا۔

امام احمد رضا نے یہ تجویز بھی پیش فرمائی تھی کہ اسلام میں قانون کی رو سے غیر سودی اسلامی بینک کا قیام ممکن تھا اور اس کو ضروری سمجھ کر پروان چڑھانے اور ترقی دینے کی سفارش بھی کی تھی۔نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان ایک دوسرے سے مل کر کام کرتے اور حقیقی خودمختاری اور معاشی طاقت حاصل کرتے۔

امام احمد رضا کے پروگرام کے دوسرے اور تیسرے نکات پر عمل پیرا ہونے سے مسلمان باہم کام کرتے ہوئے ترقی پذیر ہوتے اور بحیثیت قوم حقیقی زندگی بسر کرتے۔اس طرح یہ علماء اور مشائخ کی قیادت فرمائی کی ایک سچی قوم ہوتے۔

اسی طرح امام احمد رضا کے منصوبے کا چوتھا جزو بھی سادہ تھا ''مسلمانوں کو علمِ دین اور اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانا چاہیے تھا'' تاکہ قوم سیاسی اور معاشی معاملات میں خود مختار ہوتی۔اس طرح وہ زیادہ سے زیادہ اسلامی ہوتی۔

علماء کو بہر قیمت ہر چیز پر فوقیت دیتے ہوئے اسلامی تہذیب کی نشوونما اور شریعت پر مبنی اسلامی زندگی کی تشکیل کی رہبری کرنی چاہیے۔برطانوی ہندستان میں مسلمان بآسانی اسلامی تعلیم سے دستبردار ہورہے تھے۔ہر خاص و عام حصولِ تعلیم کے لئے سیکولر اسکولوں اور یونیورسٹیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔وہ علماء سے دینی تعلیم حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے تھے یہ بات قوم کو ایک دوسرے سے جدا کر رہی تھی۔

امام احمد رضا نے اس کا جواب علم دین کی ترویج و اشاعت اور اسلامی تہذیب کی نشوونما میں دیکھا۔اس طرح امام احمد رضا کا منصوبہ تھا۔قوم کی خود مختارانہ سیاسی،،معاشی اور تہذیبی تکمیل و تنظیم۔اور یہی تھی اسلام کی تجدید اور اس طرح قوم بین الاقوامی سطح پر عملی کاروائی کے لئے طاقتور بن جاتی۔

اب امام احمد رضا حقیقتاً یہ تجویز فرما رہے تھے کہ اسلامی معاشرہ ایک جزیرہ کی حیثیت سے پروان چڑھے اور اس جزیرہ میں (اس علیحدہ

اسلامی دنیا میں) قوم پروان چڑھے ۔ مسلمان ایک دوسرے سے مل کر کام کریں ۔ اسلام کو ترقی دیں ، بحثیت پیرو اسلام ترقی کریں اور خود اپنے قائد پیدا کریں۔

امام احمد رضا کا یہ منصوبہ کئی وجوہ سے اہم ہے۔

اوّل یہ کہ مسلمانوں کے لئے یہی منصوبہ تھا جو مؤثر اور کارآمد تھا۔

امام احمد رضا نے یہ منصوبہ اس لئے تجویز فرمایا کیونکہ دوسرے منصوبے مصیبت خیز حد تک ناکام ہورہے تھے۔ جب برطانوی ہندستان آکر یہاں کے حکمران بن بیٹھے تو بہت سے مسلمانوں نے سوچا کہ قوم سے علیحدہ ہوکر کفری ملت میں شمولیت اختیار کر لینا درست منصوبہ تھا انھیں امید تھی کہ اس طرح وہ بہتر حالت میں رہیں گے۔ اچھی ملازمتیں حاصل کر لیں گے کافر معاشرہ میں اونچا مقام پاکر برطانوی حصہ دار کی حیثیت سے سماج کے لیڈر بن جائیں گے۔ بعد میں آزاد ہندستان میں ایسے ہی لوگوں نے سوچا کہ وہ ہندوؤں کے برابر حقوق حاصل کرلیں گے ۔ آج برطانیہ میں ایسے ہی لوگ سوچتے ہیں کہ وہ برطانوی حکمران طبقے کے رکن بن جائیں گے۔ معاشرہ میں بلند مقام کے حصول کی خاطر یہ لوگ انگریزی تعلیم کے سودائی ہورہے تھے ۔ ان کی نظر میں ان کی اولاد کا گریجویٹ ہو جانا اشد ضروری تھا تاکہ وہ اچھے عہدے کے ساتھ سماج میں اونچے اٹھ سکیں۔ سرسید احمد خاں کے صاحبزادے بھی حصول تعلیم کے لئے کیمبرج گئے۔ لیکن مسترد کردئے گئے اور شکستہ دل ہوکر موت سے ہمکنار ہوگئے۔ آج ہندوستان میں اس طرح کے خیال سے اگر کوئی مسلمان معاشرہ میں منصب حاصل کرلے تو

بھارتیہ جنتا پارٹی غضبناک خفگی کا اظہار کرتی ہے۔آج اسطرح برطانیہ میں برطانوی بھی کسی مسلمان کو بلند عہدہ دینا گوارہ نہیں کرتے مسلمانوں کو ملازمت سے دور رکھا جاتا ہے۔انھیں ترقی سے روکا جا تا ہے اور اکثر اوقات وہ ملازمت پاتے ہی نہیں ۔میں اس طرح کے بہت سے مسلم نوجوانوں سے واقف ہوں کہ جن کے پاس اچھی ڈگریاں موجود ہیں۔وہ برطانیہ میں بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں مگر بیروزگار ہیں۔

۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے غور کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ دانستہ تفریق وتعصب برتا جا رہا ہے۔امام احمد رضا کا منصوبہ اس مسئلہ کا حل ہے۔ اگر مسلمان اپنی قوم کی تشکیل و تنظیم کریں ،اپنوں ہی میں خرید و فروخت کریں ،اپنوں ہی کے بہبود اور روزگار کے لئے عمل کریں۔تو تمام مسلمانوں کی ملازمت اور کیریر کے لئے مواقع فراہم ہو جائیں گے اگر ''مسلم بینک'' مسلمانوں کو سرمایہ فراہم کریں گے تو باصلاحیت افراد اپنی تجارت و پیشہ کو تشکیل دے کر ترقی کر سکتے ہیں۔امام احمد رضا کا منصوبہ امتیازی سلوک کو ناممکن بناتا ہے

برطانیہ میں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کی مجموعی آمدنی بہت سے مسلم ممالک سے زیادہ ہے۔اگر مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں تو ہر مسلمان ایک خوشحال اور کامیاب زندگی گزارسکتا ہے۔مسلمانوں کے لئے بیروزگاری اصل خطرہ نہیں ہے بلکہ اصل خطرہ ہے بھک سے اڑ جانے والی تشدد خیز نسلی امتیاز اور فرقہ واریت ۔غیر مسلم مسلمانوں کے اس خیال پر غضبناک ہوتے ہیں کہ وہ بی ۔اے کر کے اور گریجویٹ ہو کر ،ملازمت کے

لئے ان کے ساتھ مقابلہ آرائی کریں۔آج بھارتیہ جنتا پارٹی، بی۔این۔پی اورنیشنل فرنٹ (قومی مورچہ) کا یہی خفیہ منصوبہ ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے مقابلہ آرائی سے باز رکھتا لیکن انھیں ان کی قوم اور سماج میں ایک جزیرہ (علیحدہ اسلامی معاشرہ) عطا کرتا ہے جس میں وہ باوقار زندگی گزار سکیں۔

آج بوسنیا میں مسلمان اس لئے قتل کئے جارہے ہیں کیونکہ سرب اس بات کو منظور نہیں کرسکتے کہ مسلمان ان سے منصب اور عہدہ میں مقابلہ آرائی کریں۔امام احمد رضا کا منصوبہ نسلی امتیاز کے لئے تریاق ہے۔یہ کس قدر اہم منصوبہ ہے؟

امام احمد رضا کا منصوبہ اس لئے بھی اہم ہے کہ حکومتی نظام قانون سے احتراز کا درس دیتا ہے۔امام احمد رضا کے منصوبے کے مطابق مسلمانوں کو حکومتی نظام قانون سے احتراز کرتے ہوئے خود اپنی قیادت کی نشوونما کرنی چاہیے اور سماج میں تشکیل کردہ اپنے جزیرہ (اسلامی سماج) میں اپنے شرعی نظام کو رائج کرنا چاہیے اور اسے ترقی دینی چاہیے۔

ان مسلمانوں میں بہت سے لوگ جو کفری سماج میں اونچے اٹھنا چاہتے ہیں انھیں حکومتی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔اور وہ حکومتی نظام پر چلنے پر مجبور ہوتے ہیں۔اور مساوی حقوق کے لئے آئین کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی مدد کی خاطر حکومتی دخل اندازی اور حکومتی سہارا پانے کے لئے قومی ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کی ضرورت پڑتی ہے جسے وہ فروغ دینے پر مجبور رہتے ہیں اور یہ سب نہایت ہی خطرناک، ایک آتش گیر مادہ (ڈائنامائٹ) ہے۔

ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی یہی شدید نفرت یا تعصب دراصل مسلمانوں کو حکومتی مدد کے خلاف زبردست احتجاج کا اظہار ہے بی۔این۔پی اور عام انگریز کی شدید نفرت یا تعصب اس خوف سے اور بھی برانگیختہ ہوتی ہے کہ حکومت مسلمانوں کو عہدے و مناصب اور قونصل (کونسل) میں برابر کے درجے فراہم کرتی ہے۔کچھ لوگوں کو شکایت ہے کہ برطانیہ میں مسلمان نسلی امتیاز وفرقہ واریت اور تعصب سے گھرے ہوئے باڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔یہودی باڑہ (کٹی ہوئی دنیا) حکومت کی مدد سے کافر سماج میں مساوی حقوق وغیرہ کے حصول کی کوششوں کی وجہ سے وجود پذیر ہوا ہے۔

اگر مسلمانوں کی اکثریت نے مسلم قوم کے درمیان زندگی بسر کرنے کا رویہ اختیار کیا ہوتا اور وہ اپنے ہی اسلامی معاشرے میں رہتے تو ان کے اور دوسروں کے جو وسیع سماج میں رہتے ہیں کے خلاف غیر مسلموں کے تعصب کے جوش وغضب کا یہ عالم نہ ہوتا۔

کچھ لوگ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ برطانیہ میں مسلمان ایک ایسی ہی مضبوط جماعت کی تشکیل کریں جو زور دباؤ ڈالکر کافر سوسائٹی میں ان کے لئے اونچا مقام حاصل کرنے کا راستہ ہموار کر سکے۔وہ یہودیوں کی نقل تو کرنا چاہتے ہیں لیکن اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ اسی سبب سے ہٹلر نے یہودیوں کا قتل عام کیا تھا۔

آج یہودی وہی کچھ کر رہے ہیں جس سے ان کی قوم معاشرے کے جزیرہ میں ترقی پذیر ہو اور نفرت وتعصب کم سے کم ہوتا چلا جائے۔ہٹلر نے یہودیوں کا اسی وجہ سے قتل کیا تھا کہ وہ عیسائی معاشرہ میں اونچے اٹھنے

کی کوشش میں یونیورسٹیوں میں جارہے تھے اور اعلیٰ ملازمتوں اور دیگر اعلیٰ پیشوں میں داخل ہورہے تھے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ کس قدر تدبر اور ذہانت سے پُر ہے۔ مسلمان حکومتی نظام قانون سے احتراز کرتے ہوئے بغیر کسی نفرت وتعصب اور فرقہ واریت کے خوف وخطر سے اپنے تشکیل کردہ اسلامی سماج میں خوشحال اور پر امن زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہوں گے۔

ان دنوں بہت سے مسلمان سوچتے ہیں کہ زیادہ بہتر راستہ ہے اسلامی اسٹیٹ کا نشوونما یعنی مسلمان ایک سیاسی پارٹی کی تنظیم کرکے حکومتی طاقت حاصل کرلیں اور پھر اس اسٹیٹ کے کنٹرول کے ذریعہ خود کو دولت اور طاقت میں اونچے اٹھالیں۔

لیکن بدقسمتی سے یہ منصوبہ اس قدر خطرناک اور بھک سے اڑ جانے والا ہے کہ بغیر وسائل کے اسے سرکرنا سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا قتل اور غارت گری ہے سبب آسان ہے غیر مسلم حکومتی طاقت سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کی خاطر لڑنے کے لئے تیار ہیں دراصل جو مسلمان اس اسلامک اسٹیٹ کی تشکیل کے خواہاں ہیں وہ اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کو دولت و طاقت نہیں دینا چاہتے اور وہ لوگ دوسرے مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اس لئے کہ ہم مسلک و ہم عقیدہ نہیں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت اس وجہ سے بھی اس طرح کی اسلامی تحریکوں کی تشکیل کی مخالفت کرتی ہے۔ یہ اشارہ حزب التحریر کی طرف ہے۔

. اسلامی اسٹیٹ کے قیام کا امام احمد رضا کا منصوبہ اس سے یکسر

مختلف ہے ۔ اسلامی معاشرہ یا مسلم جزیرہ کی پالیسی کی حمایت صرف سنی مسلمان اس وقت سے کر رہے تھے۔جب سے خلافت کا خاتمہ ہوا تھا اور وجہ یہ تھی کہ حکومت اور معاشرہ دونوں اسلامی نہیں تھے۔اگر سماج میں مسلم آئی لینڈ اور علیحدہ اسلامی سماج ،پنپ جاتا تو دھیرے دھیرے بغیر کسی طاقت کے یہ مسلم معاشرہ پھیل کر معاشرہ پر چھا جاتا نتیجتاً اس سے حکومت متاثر ہوتی۔تب اسے علماء و مشائخ کی طاقت کوتسلیم کرتے ہوئے شرعی اصولوں پرعمل پیرا ہونا پڑتا۔

لیکن یہ اسلامی اسٹیٹ مسلمانوں کے لئے غلبہ وحکومت کا وسیلہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اسلامی جزیرے میں نشوونما سے تغلب میں آئیں گے اور گورنمنٹ کو متاثر کریں گے۔

جب انھوں نے معاشرہ میں طاقت کو کچل دینے کا نسخہ تیار کیا تھا۔ امام احمد رضا کا یہ اصول واحد نسخہ تھا جسے تمام عالم اسلام میں منگولوں کے حملے کے سبب خلافت کے خاتمہ کے بعد آزمایا گیا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ اور دوسری مسلم حکومتوں کا ظہور ہوا۔

امام احمد رضا نے بالکل فطری طور پر اس منصوبے سے رخ تبدیل کردیا جبکہ دنیا میں اسلامی حکومتیں ختم ہوچکی تھیں یہ ترکیب پہلے ہی کارگر ہوئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوبارہ یہ کارگر نہیں ہوگی اور کیا سبب ہے کہ یہ ترکیب برطانیہ یا دوسرے ممالک میں کارگر نہ ہو؟ یہ مسلم جزیرہ کوئی یہودی باڑہ نہیں ۔یہودی باڑہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ دوسروں سے الگ ہوکر اور ٹوٹ کر رہتے ہیں اگر اصلیت میں سماج میں مسلم جزیرہ قائم ہوتا تو کوئی بھی

اس میں آ کر رہ سکتا تھا مسلمان جو طبقہ یا قوم سے کٹے ہوئے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہو سکتے تھے غیر مسلم بھی مسلمان ہو کر اس میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں اور شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔

عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو اکثریت میں ہونے کے لئے صدیاں درکار ہیں برطانیہ میں مسلمان ایک صدی میں اکثریت میں آ سکتے ہیں اور فسطائیت و نسلی تعصب ان سب کو روک لے گی لیکن جیسا کہ میں نے ثابت کیا ہے امام احمد رضا کا منصوبہ اسے زیر کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔امام احمد رضا کا منصوبہ کیسا عجیب و غریب ہے؟

حقیقتاً امام احمد رضا کے منصوبے کو بہت ہی معمولی سیاسی سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔ اس کا مقصد ہے حکومت سے ہٹ کر اپنے اسلامی معاشرہ میں اسلامی زندگی کو پروان چڑھانا ،سیاسی اور سماجی زندگی کی آزادی و خود مختاری کے لئے اور مسلمانوں کے لئے مذہبی رواداری کے حصول کے لئے صرف یہی واحد راستہ ہے۔

اسٹالن کے روس جیسے مقام پر امام احمد رضا کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا جہاں ذرا بھی آزادی حاصل نہیں تھی اور بلا شبہ یہ منصوبہ سربیا جیسے مقام پر بھی کامیاب نہیں ہوگا ، جہاں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا ہے ۔لیکن ان کے علاوہ ہر جگہ دنیا کے ہر ملک میں یہ منصوبہ کامیاب ہوسکتا ہے آج ہم زیادہ سے زیادہ مذہبی رواداری اور سیاسی آزادی والی ترقی پذیر دنیا میں رہ رہے ہیں اور دنیا کی بیماری کا سبب ہے ۔کنبہ پروری،نسلی و علاقائی تعصب اور فرقہ واریت وغیرہ اور اس لئے اس وقت امام احمد رضا کا منصوبہ خاص

طور سے برمحل اور اہم ہے اور بلاشبہ اس منصوبہ کو برطانیہ جیسے بے تعصب اور جمہوری روایات والے آزادی پسند مملکت میں بروئے کار لانا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہاں یہ ہمارے لئے بھی زیادہ آسان ہے اور عالم اسلام میں ان مسلمانوں کے لئے اسے بروئے کار لانا بہت آسان ہے جو جابرانہ مملکت میں رہ رہے ہیں۔

دوم یہ کہ امام احمد رضا کا منصوبہ مسلمانوں کے لئے اس لئے بھی اہم ہے کہ یہی واحد منصوبہ ہے جس پر عمل کرنا ممکن ہے۔دوسرا کوئی منصوبہ مسلمانوں کے لئے کارگر نہیں!

مسلمان کا اپنی قوم کو چھوڑنے کا نتیجہ سماج میں تلچھٹ کی حیثیت سے رہنا ہوتا ہے تعصب اس قدر زیادہ ہے اور بیروزگاری اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اعلیٰ قابلیت سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں۔وہ مسلمان جو اسلام سے کٹ جاتے ہیں ان کے لئے اپنوں میں خوش آمدید کی کوئی توقع نہیں اور عام طور سے غیر مسلموں سے صرف نفرت اور امتیازی سلوک کے سوا کچھ اور نہیں حاصل کر سکتے اور سوم یہ کہ امام احمد رضا کا منصوبہ اس لئے بھی اہم ہے کہ دنیا میں مسلمان حقیقتاً کیا کر رہے ہیں؟

برطانیہ میں مسلمان صرف اپنے مسلمانوں میں ہی وہ جگہ پاتے ہیں جہاں وہ کام یا ملازمت اور مدد حاصل کر سکتے ہیں ---واحد مقام، جہاں وہ خوش آمدید کہے جا سکتے ہیں وہ اپنا مسلم طبقہ ہی ہے۔اسلام ہی وہ واحد تہذیب ہے، جو انھیں برابری کا درجہ دیتا ہے اور خوش آمدید کہتا ہے ---وہ قائد جو مسلمانوں کی مدد کریں گے۔صرف علماء و مشائخ ہیں۔

آج بوسنیائی مسلمان مہاجر بنا دیے گئے ہیں ۔ ہر جگہ جو طبقہ انھیں خوش آمدید کہتا ہے ، وہ صرف طبقہ مسلم ہی ہے۔ بوسنیائی مسلمان برطانیہ میں مسلمانوں کے درمیان پورے طور سے خوش آمدید کہے جاتے ہیں ۔

ایک مسلمان، ۔۔۔ مسلم دوکانوں، کیفے، مسجدوں اور خانقاہوں سے بھرے ہوئے علاقہ یا ضلع میں بخوبی خوش آمدید کہا جاتا ہے اور اپنے گھر کی طرح محسوس کرتا ہے۔

ایک شخص بی۔اے پاس لیکن اسے کوئی نہیں جانتا پہچانتا۔لیکن ایک شخص اگر نعت خواں ہے، مسلمان اس سے محبت کریں گے۔

بات آسان ہے ہم سب فطری طور پر امام احمد رضا کے منصوبے پر عمل کرنے پر مجبور ہیں ۔ہمیں عمداً اور جان بوجھ کر اس کی پیروی کرنی چاہیے۔مسلمانوں کو مسلم جزیرہ (مسلم سماج) کی تشکیل پر غور کرنا چاہیے۔انھیں مسلمانوں کے درمیان رہنا اور کام کرنا ہے۔انہیں مسلم پیروں اور عالموں کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہوئے ان کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کے دامن سے وابستہ ہونا چاہیے۔انھیں اسلام اور اسلامی تہذیب کے مطالعہ اور اس میں رچ بس جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جدید معاشرے کی تمام مشکلات مسلم جزیرہ (مسلم سماج، اسلامی دنیا) حل کرسکتا ہے۔جیسا کہ تعصب اور نسلی امتیاز کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے ۔یاد رکھئے کہ مسلم قوم یا امت مسلمہ بذات خود ایک بین الاقوامی اور مختلف برادریوں پر مشترکہ قوم ہے۔جس کا انحصار رنگ و نسل پر نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی ایک قوم ہے۔ ع

"مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا"

گھریلو حادثے اور بیروزگاری کے سبب علیحدگی بھی ایک مسئلہ ہے اور ایسے خاندان کے لئے مسلم جزیرہ (مسلم معاشرہ) ایک پناہ گاہ ہوگا۔شراب اور منشیات کا دور دورہ ہے اسلام ان سب کو شکست دے سکتا ہے۔روایاتی تہذیب کے زوال کے سبب (اسلامی تہذیب سنت کے قریب قریب خاتمہ کے سبب) آج کی تہذیب بہت ہی مہیب ہوگئی ہے۔امام احمد رضا کے مسلم جزیرے (اسلامی معاشرے) کے قیام کا نکتہ اسلامی روایاتی تہذیب کو زندہ رکھنے کی ضمانت دیتا ہے۔ دین مسلم میں ہی چمکتا ہے۔

پورے سماج میں خالص اسلامی معاشرہ میں ایک خود مختار معاشرہ ہوگا۔ یہ حکومت اور حکومتی کنٹرول سے احتراز کریگا۔ یہ اپنے اصول وضوابط کو جاری کرنے والی سوسائٹی ہوگی۔اس کے قائد خود عوام کے تسلیم شدہ ہونگے اور یہ سخت گیرانہ وراثتی یا خاندانی حکومت و قیادت سے پاک سوسائٹی ہوگی۔

اسلامی جزیرہ کا حاکم اعلیٰ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہوگا۔

یہ مسلم آئی لینڈ ،ایک عالمی معاشرہ ہوگا اور ہر رنگ ونسل کے افراد اس کے رکن ہونگے اور دنیا میں کہیں بھی ایک مسلمان اس معاشرہ میں آکر اپنے ہی گھر کی طرح ہوگا جس میں آج ایک مسلمان ہندستان ،پاکستان یا الجزائر کہیں بھی مانچسٹر یا برمنگھم کے مسلمانوں میں آکر اپنے گھر کی طرح رہتا ہے۔ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک عالمی سماج کی کلید ایک مضبوط مقامی سماج ہے ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے اس پر غور کیا۔ یہ مقامی طبقے در

حقیقت مسلمانوں کے لئے مالی امداد کا بندوبست کریں گے اور حکومتوں پر سیاسی دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

بوسنیائی مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ برطانیہ یا دیگر ممالک میں رہنے والے مسلمان انھیں کسی طرح سیاسی مدد دینے کے لائق نہیں۔لیکن بوسنیا پر سیاسی سرگرمی ان لوگوں نے مسلط کردی تھی، جو اسلامی سوچ کے مسلمان نہیں تھے۔اس مسلم جزیرہ کی تشکیل یا اس کا قیام اہلسنت وجماعت کے لئے اہم ترین ہے دوسرے فرقے (فرقہ وہابیہ اور اس کی شاخیں) مسلم قوم میں کوئی دلچسپی نہ دیکھ کر صرف اپنے مفاد میں دلچسپی رکھتے ہیں۔لیکن اہلسنت وجماعت کے لئے یہ قوم نبی کریم ﷺ کی امت ہے اور یہ امت ایک مقدس شے اور اس عالم کے لئے پیغاماتِ الہیہ کو پہنچانے والی ہے اور اس لئے اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے قوتِ حیات ہے اس سے قطع نظر کہ کیا ہوتا ہے۔

یہ سبب تھا کیونکہ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا کامل مقصد امت کو زندہ کئے ہوئے تھا ؟ امام احمد رضا نے غور کیا تھا اور ہمیشہ علماء اہلسنت نے فکر کیا ہے کہ امت کو بہر قیمت مربوط رکھنا چاہیے۔بہت سے مسلمان قوم کو مختلف قسم کے غیر متوقع سانحات سے خطرے میں ڈالتے ہیں ،بہت سے لوگ امت سے باہر رہنے کے لئے اسے چھوڑ دیتے ہیں ۔لیکن امام احمد رضا نے اسے مربوط رکھنے کا مقصد بنالیا تھا۔

اور اسی لئے امام احمد رضا کا چار نکاتی منصوبہ خود ایک مقدس عمل ہے کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کیا یہ مسلم جزیرہ ایک اچھا معاشرہ ہے؟اس کا

جواب اثبات میں ہونا چاہیے،اس پر مسلمانوں کو زندگی گزارنے کی سعی کرنی چاہیے،جس پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے زندگی بسر کرانا چاہتا ہے۔یہ سماج مسلم خاندان ،مسجد،سلسلہ تصوف وطریقت اور زکوٰۃ وفطرہ وصدقہ وخیرات اور رحم دلی سے بھرپور ایک سماج ہوگا یہ علماء اور بزرگوں کا احترام والا سماج ہوگا اور یہ علماء اور اولیاء کی قیادت والا سماج ہوگا۔

ہر شے سے بالاتر یہ ایک کامل معاشرہ ہوگا وہی معاشرہ کامل ہوتا ہے جو انسانوں کی اکثریت کے لئے زیادہ سے زیادہ ممکنہ خوشیاں فراہم کرتا ہے۔انسانوں کی سب سے بڑی خوشی اللہ کی رضا پر منحصر ہوتی ہے دنیا وعقبیٰ اور جنت میں ہر جگہ اہل سنت وجماعت کا مقصد ہے امت محمدیہ ﷺ کو حتی الامکان وسیع کرنا۔یہ مسلم جزیرہ ممکنہ حد تک مسلمانوں کی سب سے بڑی ملت یا امت ہوگی اور ہمیں یقین ہے کہ یہ مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے صدقے جنت میں جائیں گے۔

اور اسی طرح امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کے تحت تشکیل شدہ یہ سماج ایک کامل سماج ہوگا۔جس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ممکنہ خوشی میسر آئے گی جو بہشت ہے۔

اور ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کے چار نکاتی منصوبہ کی اہمیت کی یہی سب سے بڑی امکانی وجہ ہے۔اس مقالہ کے اختتام میں آپ پوچھ سکتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام کتنا اہم ہے؟جواب بہت آسان ہے اور دنیا میں اس کے سوا اتنا اہم کوئی اور منصوبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔اس کی پیروی کریں مسلمانوں کی

زیادہ سے زیادہ تعداد جنت میں داخل ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس منصوبہ کا حیرت انگیز جمال ہی اس کی سچائی کا ثبوت ہے اس منصوبہ پر اب عمل کرنے کا وقت ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

امام احمد رضا بریلوی کے ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ چار نکاتی منصوبہ کو کیسے عمل میں لایا جائے؟

میں نے گزشتہ سطور میں ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کی اہمیت کا خاکہ پیش کر دیا ہے۔زیر نظر عنوان کو رقم کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اس منصوبہ کو عمل میں لانے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

حقیقتہً امام احمد رضا کا منصوبہ خود اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ اس کو عمل میں لانے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟

اول:۔ مسلمانوں کو حکومتی فیصلوں اور کچہریوں سے احتراز کرتے ہوئے اپنے معاملات باہم فیصل کرنا چاہیے۔تا کہ وہ علماء و اولیاء کی آزادانہ قیادت کو پروان چڑھا سکیں۔

دوم و سوم:۔ مسلمانوں کو آپس ہی میں خرید و فروخت کرنا چاہیے۔ بینکنگ نظام قائم کرتے ہوئے قوم کو وسائل کی فراہمی قومی تشکیل و تنظیم کرنی چاہیے۔

چہارم:۔ مسلمانوں کو علم دین سیکھتے ہوئے اس کی ترویج و اشاعت کے ساتھ اسلامی قومیت کی تشکیل کرنی چاہیے اس طرح اس وسیع کفری معاشرے میں ایک اسلامی معاشرہ پروان چڑھے گا اور ایک اسلامی جزیرہ کو فروغ حاصل ہوگا۔

امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں تصنیف کردہ اپنے رسالہ ”تدبیر

فلاح ونجات و اصلاح'' میں اس منصوبے پر عمل کرنے کے سلسلے میں کچھ امور خود بیان کئے ہیں ۔ انھوں نے فرمایا کہ وسیع پیمانے پر اس منصوبے کی تشہیر کے لئے عوامی جلسے کرنا چاہیے، ہر فرد کو دوسروں کے انتظار کے بغیر خود اس پر عمل کرنا چاہیے اور یہ نہ سوچنا چاہیے کہ فرد واحد کچھ نہیں کر سکتا ۔انھوں نے بتایا کہ معاشی بہتری کے لئے فضول خرچی سے احتراز کرتے ہوئے رقم پس انداز کرنی چاہیے کاروبار وتجارت کی طرف توجہ دینی چاہیے اور زیادہ منافع خوری کے بجائے تجارت کو مستحکم کرنے پر توجہ مبذول کرنی چاہیے۔مزید فرمایا کہ مسلمانوں کو علمِ دین، بہ نظر حقارت دیکھ کر تعلیمِ دنیا اور کفری یونیورسٹیوں اور ڈگریوں کے پیچھے نہ بھاگنا چاہیے مسلمانوں کو علم دین اور علماء کو حقیر سمجھنے سے باز رہنا چاہیے ،خود کو دیوالیہ پن سے بچائے رکھنے کے لئے قانونی معاملات اور کفری کچہریوں سے احتراز کرنا چاہیے اور اپنے جھگڑوں کو شریعت کی روشنی میں فیصل کرنا چاہیے۔

ہم اس بات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کو کس طرح عمل میں لانا چاہیے ؟ اول یہ کہ مسلمانوں کو امتِ محمدیہ ﷺ سے محبت کرنا اور محبت کا درس دینا چاہیے قوم کو خود اپنی قدر وقیمت کی پہچان سیکھنی چاہیے ۔ ہمیں امت مسلمہ کو اپنا اور تمام عالم کا مرکز سمجھنا چاہیے ہمیں اسے اپنا کنبہ اور اس دنیا میں اسے سہارا اور آسرا سمجھنا چاہیے ہم اس طرح کی سوچ سے اس منصوبہ کو آگے بڑھا سکتے ہیں مسلمان اپنی کمیونٹی کو صرف اسی صورت میں پروان چڑھا سکتے ہیں جب وہ اسے اپنی زیست کا مرکز ومحور مان لیں ۔آج بہت سے مسلمان مسلم کمیونٹی کو

چھوڑ دینے کو لائق سمجھتے ہیں ۔دراصل ان کو اصلی محبت کفری سماج سے ہے وہ متحدہ ریاست ہائے امریکہ جیسے مقام پر رہنے کے متمنی ہیں اور وہاں بھی مسلمانوں کے درمیان نہ رہ کر خود کو کفار کے مساوی سمجھ کر انھیں کے بیچ رہتے ہیں۔

مانچسٹر جیسے مقام پر بہت سے مسلمان جونہی دولت کما لیتے ہیں ، اپنے لئے مسلم علاقوں سے دور مکان خرید لیتے ہیں اپنے بچوں کو برطانوی ظاہر کرنے کے لئے پاشیسٹ اسکولوں میں داخل کراتے ہیں تاکہ وہ کیمبرج تعلیم یافتہ انگریزوں کی حیثیت سے انھیں پروان چڑھا سکیں اگر آپ ان سے ملیں تو وہ انگریزی انداز میں برتاؤ کریں گے ۔ آپ ان کے یہاں ایک گھنٹہ بیٹھیں تو صرف ایک بسکٹ پیش کریں گے ان کا یہ برتاؤ صرف اسی لئے ہے کہ وہ مسلمانوں اور مسلم معاشرہ کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس سے نجات پانے کی خواہش رکھتے ہیں مگر افسوس (بدقسمتی سے) ان کے سفید فام پڑوسی اس پر بھی ان سے نفرت کرتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ اصل کمیونٹی کی قدرو قیمت کی پہچان۔اس میں اگر کوئی خامی ہے تو اسے دور کرنا چاہیے نہ کہ اس سے دور بھاگنا چاہیے۔ہمیں اپنے غریب اور جاہل مسلم برادران سے خود کو دور رکھنے کی بجائے انھیں اس پستی سے نکالنا چاہیے ۔ کمیونٹی اس وقت تک پروان نہیں چڑھ سکتی جب تک لوگ اس سے محبت نہیں کریں گے یہ کمیونٹی ، یہ امت ایک مقدس شے ہے اور خود اسلام کا ایک پیمانہ اور سچائی کی پرکھ کے لئے متحدہ امت ہے۔

مسلمانوں کو بلاشک یہ جان لینا چاہیے کہ وہ اپنی حقیقی زندگی میں اپنی ملت ہی میں بسر کر سکتے ہیں ۔ کفار مسلمانوں کو کفری معاشرہ میں کہیں بھی مقام دینے کو تیار نہیں ۔ ایک مسلمان خود کی زندگی کو اپنی مسلم کمیونٹی سے مرتکز کئے بغیر کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا ۔ مسلمان کو مسلمان سے محبت کرنا سیکھنا سکھانا چاہیے ، ہر مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں اور اللہ ہر مسلمان سے محبت کرتا ہے یوم حشر میں حضور نبی اکرم ﷺ اس طرح شفاعت فرمائیں گے کہ ہر مسلمان کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت کرنا سیکھنا چاہیے۔ امام احمد رضا کے منصوبہ کے مطابق مسلمانوں کو آپس میں ہی خرید و فروخت کرنا چاہیے اور اپنے سرمایہ کو اسلامی بینک میں اپنے مسلمان بھائی کی مدد اور معاشی فلاح کی خاطر خاطر کرانا چاہیے۔ اور انھیں روزگار دینا چاہیے۔ لیکن اگر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کو ناپسند کرتے ہیں تو امام احمد رضا کے منصوبے سے ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے ۔ ہمارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک شخص کیسا بھی ہو وہ بہر حال ہمارے لئے خاص ہے اس لئے کہ وہ مسلمان ہے اس خیال کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کے فکر میں انقلاب ۔ بہت سے مسلمان مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں ۔ ہمیشہ ان کی شکایت کرتے رہتے ہیں غیبت کرتے رہتے ہیں اور انھیں کوڑے کی طرح خود پر بوجھ سمجھتے ہیں۔

گلاسکو کے ایک مسلمان نے مجھے بتایا کہ ایک مسلمان کیفے کھولتا ہے کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اس کے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے دوسرا مسلمان اسی کے برابر اپنا کیفے کھولتا ہے ۔ اس طرح کے نہ ختم ہونے والے

لامتناہی جھگڑوں اور مخاصموں اور مساجد کے اندر مناظرہ بازی وغیرہ سے ہم واقف ہیں۔

یہ رویہ نہ صرف یہ کہ گھناؤنا بلکہ غیر اسلامی ہے۔اور اسلام تو اس کا سخت مخالف ،اور اس بات کا حامی ہے کہ ہمیں اپنی ہی طرح دوسروں کی بھلائی کی بات بھی سوچنی چاہیے۔ہمیں مسلمانوں سے تنفر اور مخاصمت وغیرہ کا رویہ ترک کر کے اسلامی رویہ اپنانا ہوگا ورنہ ہم امام احمد رضا کا منصوبہ قابل عمل نہیں بنا سکتے اور نہ ہی قوم کی تشکیل کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ہر مسلم و مسلمہ ایک دوسرے کے بھائی ،بہن ہیں ہم سب کو ساتھ ساتھ جنت میں جانا ہے۔ امام احمد رضا ایک صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے۔مسلمانوں میں آپسی نفرت و تعصب گمراہ قسم کے لیڈروں کا پھیلایا ہوا ہے۔وہ عام مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں انھیں مشرک بتاتے ہیں اور قابل گردن زدنی سمجھتے ہیں وہ ان مسلمانوں کو اوراد و وظائف اور عید میلاد النبی منانے کی وجہ سے انھیں ہدف تنقید بناتے ہوئے شرک کا فتویٰ دیتے ہیں وہ پولیس مین کی طرح دوسرے مسلمانوں پر مسلّط رہتے ہیں اور عام مسلمانوں کے عیب گناہ تلاش کرتے رہتے ہیں ان سے ہنگامے کرتے ہیں تعصب و سختی برتتے ہیں وغیرہ وغیرہ

یہ لوگ حقیقی ملت کے امکان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اس کا مقصد حقیقی کمیونٹی کی بربادی اور صرف اپنی طاقت کا حصول ہے ۔ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی خامیوں کو درگزر کرتے ہوئے انھیں برداشت کرنا چاہیے۔ان کے بارے میں اچھے نظریات رکھنے چاہیے جوانوں پر شفقت

کرنی چاہیے۔ یہ سوچتے ہوئے اس شریر دنیا میں ان کی زندگی کس قدر سخت دشوار ہے۔ہمیں ان کی بہت سی شرارتوں اور نادانیوں کو نظر انداز کردینا چاہیے۔ان نوجوانوں کی نادان حرکتوں کی وجہ صحیح مسلم قیادت کا فقدان ہے۔ہمیں ان مسلمانوں کو بتانا چاہیے کہ اسلام خوشی عطا کرنے والا دین ہے۔اور مسلمان بن کر ہی رہنے میں خوشی اور حقیقی زندگی ہے۔

کمیونٹی سے علیحدہ بھٹکنے والے مسلمانوں کو خاص طور سے مسلمانوں کے ساتھ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔منشیات و جرائم کے ذریعہ اڑا لئے جانے والے اور گمراہی میں بھٹکنے والے نوجوانوں کو واپس لانے کے لئے ہمیں ایسی تنظیمیں بنانی چاہیے۔جہاں انھیں خوش آمدید کہہ سکیں۔ہمیں روئے زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کو خواہ وہ عربی ہو،ایشیائی ،افریقی،انڈونیشی وغیرہ کوئی بھی ہوں اپنا دوست اور بھائی سمجھنا چاہیے۔اور برابری کے ساتھ انھیں خوش آمدید کہنا چاہیے۔آج مسلمانوں میں ذات برادری کا تعصب ہے ان سے چھٹکارا پانا چاہیے۔یہ سراسر غیر اسلامی رویہ ہے۔مثال کے طور پر عرب ،ایشیائیوں سے کس قدر خصومت رکھتے ہیں لیکن بلاشبہ یہ جاہلیت ہے جو مسلمانوں کے درمیان نفرت وتعصب پھیلا رہی ہے۔

اگر ہمیں مسلمانوں سے محبت ہوگی تو ہم ان کے ساتھ رہیں گے۔اپنی زندگی کو ان کے بیچ مرکوز رکھیں گے انھیں سے کاروبار کریں گے انھیں روزگار دیں گے امت مسلمہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر فرد امت سے محبت کی جائے۔

سوم:۔ مسلمانوں کو اپنی ذاتی سیاسی اور قومی قیادت کی نشوونما کرنی

چاہیے۔یعنی قومی قیادت کے لئے علماء اورمشائخ کی تربیت اورنشوونما کرنی چاہیے اور پہلے سے فریضہ قیادت ادا کرنے والے حضرات کا احترام کرنا چاہیے۔لیکن یہ علماء اورمشائخ کی نشوونما اور تربیت کا مرحلہ بہت ہی مشکل ہے خاص قسم کا مرحلہ ہے اور اس کے لئے مکمل طور سے اسلامیات کی تعلیم وتربیت دینی پڑے گی اور تب تک ایک شخص تیس یا اس سے زیادہ عمر کا ہوجائے گا اور اس طرح کے سینکڑوں لوگوں کو تربیت دینی پڑے گی۔

آج مناسب قومی قیادت کے لئے ایک نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے جو اس کی حمایت اور مدد کرے۔علماء کی تربیت کے لئے مدرسہ ضروری ہے بعد از فراغت بحیثیت مدرس ملازمت بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے اسلامی کتب کے ناشرین رسائل و جرائد اور ترجیحاً ریڈیو اور ٹی وی بھی چاہیے۔اپنے نظریات کی تشہیر اور پوری قوم تک اپنی باتوں کو پہنچانے کے لئے اور ایسی حالت میں مسلمانوں کو نام نہاد لیڈروں سے (اپنا کیریر بنانے والے ،مطلب پرست اور کاسہ لیس لیڈروں سے) ہٹ کر آگے آنا ہوگا ۔یہ لیڈر اپنے مفاد کی خاطراورنسلی رشتے کے کارخانے کو برقرار رکھنے کے لئے ،مزدور لیڈر جمہوری اور سیکولرٹائپ لیڈروں کی تلاش کرتے ہیں مسلمانوں کی اسٹیٹ کو نہ دیکھ کر اپنی کمیونٹی کے نجی اداروں کو دیکھنا چاہیے ۔اکثر لیبر پارٹی نے سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں سے ووٹ حاصل کئے ہیں اور بدلے میں انھیں کچھ نہ دے کر صرف ہجرت کا قانون دیا ہے اورسلمان رشدی کی تائید کی ہے۔

کمیونٹی کے باہر کی تمام سرگرمیاں کمیونٹی کو صحیح مدد دینے کے لئے

ہونی چاہیں امام احمد رضا کا مکمل منصوبہ اسٹیٹ سے درگزر اور خودمختاری کا منصوبہ ہے۔انگلینڈ میں یہ بات ممکن ہے مگر فرانس جیسے ملک میں حکومت کا کنٹرول دم گھونٹ دینے والا ہے۔وہاں مسلمان جس طرح برطانیہ میں ہم ماہنامہ اسلامک ٹائمز میگزین نکال رہے ہیں اس طرح میگزین کی اشاعت نہیں کرسکتے۔آج کے دور میں کوئی بھی تنظیم اسٹیٹ یعنی پولیس کی اجازت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ایسے مقام پر اور ایسے عالم میں امام احمد رضا کا منصوبہ لائق عمل نہیں ہوسکتا اس لئے مسلمانوں کا سیاسی مقصد یہ ہونا چاہیے درگزر اور خودمختاری ۔ امام احمد رضا کے منصوبے کے تمام نکات کا مقصد یہ ہے کہ کمیونٹی خودعمل کرے اسے اسٹیٹ یا حکومت سے کسی قسم کی مدد نہیں لینی چاہیے اور اس مقصد کے لئے لیبر اور لبرل پارٹیوں کے نزدیک جانے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔امام احمد رضا کے منصوبے کے کلی نکات کی غرض ہے قوم کی خود مختاری اور اپنی آزادی۔اگر آپ معاشی اور معاشرتی طور سے خود مختار ہیں تو سیاسی طور سے بھی آپ کو خود مختار ہونا چاہیے اور تہذیبی طور سے بھی ۔آپ کو کفار کے خیالات اور تہذیب کے حصول کے لئے ان کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے اور یہی ہے علماء ومشائخ کی قیادت اور تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی نشوونما ، کیونکہ یہ مسلمانوں کو ان کی خودمختاری کے لئے ضروری فکروخیال فراہم کرتے ہیں۔بہت سے مسلمان جو سیکولر یونیورسٹیوں اور مفکروں ہی کو لائق تقلید و احترام سمجھتے ہیں اور اسی دنیوی ڈگری اور تعلیم کو کامیابی کا اصل نشان سمجھتے ہیں ۔مسلمانوں کو ان سے باز رہنا چاہیے۔

عمل کرتے ہیں تو وہ صرف اپنی مسلم کمیونٹی میں ہی خوش آمدید کہے جائیں گے اس پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے شعوری طور پر کچھ کیا جائے۔

اب ہمارے قارئین سوال کرسکتے ہیں کہ اس منصوبے پر کب عمل پیرا ہوا جائے اس کے لئے کیا مدت درکار ہوگی ؟ جواب آسان ہے۔اس منصوبہ پر کسی بھی وقت کسی بھی رفتار سے عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے آپ اس پر آج ہی سے عمل پیرا ہوسکتے ہیں ۔کسی بھی مسلم دوکاندار سے سودا خرید کر اور کسی بھی مسلم کی معاشی ترقی کے لئے اپنی رقم کاروبار میں لگا کر یا کچھ سال میں ایسا کرسکتے ہیں ۔آپ آئندہ سال کے لئے کسی مسلم محلہ میں یا مسلمان کے پڑوس میں مکان خریدنے کی بات سوچ کر بھی اس منصوبہ پر عمل کر سکتے ہیں ۔عالم بننے کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے لیکن طریقت میں شمولیت فوری ممکن ہے۔

یہ منصوبہ ابھی سے لے کر دہائیوں اور صدیوں کا منصوبہ ہے اگر ہم اس منصوبہ پر عمل کرتے ہیں اور مسلم کمیونٹی کی نشوونما اور اسے فروغ دیتے ہیں تو انشاء اللہ ایک دن انگلینڈ مسلم اکثریتی ملک ہوسکتا ہے ۔لیکن وہ مدت ایک صدی یا پانچ صدی کی بھی ہوسکتی ہے ویسے اسے ہم چلانے کے لئے یا اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے آج سے بھی کام شروع کر سکتے ہیں جیسا کہ ایک زمانہ میں صرف چند لوگ انڈونیشیا میں اسلام لائے تھے اور آج وہاں سب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں آپ سوال کر سکتے ہیں کہ اس میں کامیابی کا کیا موقع ہے؟

جواب آسان ہے ۔یہ منصوبہ دراصل وہی تھا جب مسلم دنیا کا

کتنا بڑا حصہ مسلمان بنا اور مسلمان ہی بنائے رکھا گیا ۔کیونکہ گزشتہ ہزار برس اور اس سے زائد مدت سے ہمارے صوفیاء اور علماء کی امام احمد رضا کی طرح یہی پالیسی تھی۔

لیکن ہم سبھی خریدار ہوں یا دوکاندار،قرض دینے والے ہوں یا لینے والے لیڈر ہوں یا پیر،استاد ہوں یا شاگرد،اس میں حصہ لے سکتے ہیں ۔ یہ منصوبہ آج کا ہے اور ہر مسلمان کے لئے ہے۔

ہم نے اب دیکھ لیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منصوبہ کو کس طرح کام میں لائیں گے ۔یہ ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرے۔

اگر لاکھوں مسلمانوں میں سے ایک اس منصوبے کے تحت کچھ نہ کچھ کرتا ہے تو جلد ہی مسلمان اپنی ناتوانی ،ناکامی اور کسمپرسی سے نجات حاصل کرسکیں گے۔

اس کلید میں سب سے بڑی اور اہم کلید ہے۔اسلام ، مسلمین ،شریعت اور علماء سے محبت ،اور سب سے بڑی کلید ہے اپنے نبی ﷺ سے زائد سے زائد محبت،ادب و احترام اور پیروی !

ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔کہ ہم اس منصوبے کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی بحالت اور آخرت میں حصول جنت کے لئے عمل میں لائیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مسلم اکثریتی ممالک کے لئے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار نکاتی پروگرام کی اہمیت

امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام واضح طور پر برطانیہ جیسے مقام کے لئے برمحل اور اہم ہے ۱۹۱۲ء کا یہ منصوبہ مسلمانوں کو حکومت سے قطع نظر مسلم کمیونٹی کو پروان چڑھاتے ہوئے کافر سماج میں ایک مسلم جزیرہ کی تشکیل کی صلاح دیتا ہے اور ایک آزاد اور خود مختار مسلم معیشت اور مسلم تہذیب کو علماء و اولیاء کی قیادت و رہنمائی میں فروغ دینے کا درس دیتا ہے برطانیہ میں مسلمان ملک کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں اور انکے واسطے کسی بھی خود مختاری کا مطلب ہے ایک وسیع معاشرہ میں ایک جزیرہ کی حیثیت اختیار کر لینا۔

اب مسئلہ ہے کیا امام احمد رضا کا منصوبہ مصر، بوسنیا، پاکستان اور ترکی جیسے بڑی اکثریت والے مسلم ممالک میں برمحل اور اہم ثابت ہو سکتا ہے ۔کیا ان ممالک میں مسلم جزیرہ کی نشوونما کوئی معنی رکھتا ہے۔اور کسی مسئلہ کو یہ حل کرتا ہے؟ اس مقالہ میں یہی دکھایا جائے گا کہ مسلم اکثریتی ممالک کے لئے امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ بہت ہی اہم ہے جن سے یہ ممالک آج دوچار ہیں۔

ویسے تو یہ ۱۹۱۲ء کا چار نکاتی پروگرام برطانوی ہند مسلمانوں کے لئے پیش کیا گیا تھا جو اس وقت اقلیت میں تھے اور برطانوی عیسائی غالب و حکمران تھے لیکن اس پروگرام کا بیشتر حصہ کسی بھی مقام و ملک کے لئے برمحل

ثابت ہوگا۔

امام احمد رضا نے مسلمانوں کو اسلام کی بہتری کی خاطر فرداً فرداً اپنی حد تک بہتر سے بہتر کام کرنے ،فضول خرچی سے بچنے ،کاروبار و تجارت کا رویہ اپنانے ،تعلیم دنیا اور ڈگریوں کے پیچھے بھاگتے اور خود کو دیوالیہ پن سے بچانے کی خاطر سیکولر کچہریوں سے احتراز کرتے ہوئے اپنے جھگڑے اور معاملات شریعت کی روشنی میں باہم فیصل کرتے۔علمِ دین اور علماء و اولیاء کو بنظر حقارت نہ دیکھ کر قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور علمِ دین کی ترویج کرتے۔

'' مسلم جزیرہ کی تشکیل کا امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ مسلم اکثریتی ممالک کے لئے برمحل ہے۔کیونکہ وہاں آج اسلام کی حیثیت صرف ایک جزیرہ کی سی ہے۔'' بیشتر ملکوں میں برائے نام بھی اسلامی حکومت نہیں ہے۔ترکی جیسے ملک میں قطعاً سیکولر حکومت ہے۔عراق اور شام جیسے ملکوں میں عرب نیشلزم کے نام پر حکومت قائم ہے۔بہت سے ممالک جو اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہاں بھی بہت ہی معمولی طور پر اسلامی حکومت ہے۔ اور اکثریت اس کے اسلامی نہ ہونے کو تسلیم کرتی ہے یہ حکومتیں چوروں کے ہاتھ ضرور کاٹتی ہیں۔کیونکہ عام لوگوں کو خوش کرنے کا یہ بہت ہی گھٹیا طریقہ اپنایا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حکومت اسلامی ہونی چاہیے نہ کہ سیکولر!

حقیقتاً تمام مسلم ممالک میں شرعی قانون کا نفاذ نہیں ہے۔بلکہ ایک طرح سے وہاں مغربی قانون کی نقالی ہے۔شریعت یا تو وہاں بالکل نافذ ہی

نہیں ہے یا صرف شادی اور وراثت وغیرہ امور کے فیصلے کے لئے چند اسلامی قانون وضع کر لئے گئے ہیں اور حکومت صرف انھیں معاملات میں شریعت پر عمل کرتی ہے بس! حقیقتاً مسلم ممالک میں علماء اور بالخصوص مشائخ کا کوئی رول نہیں ہے سلسلہ طریقت پر جبراً بہت سے مسلم ممالک میں پابندی عائد کردی گئی ہے۔ وہاں علماء تو ہیں لیکن ان کے پاس زر ہے نہ کوئی منصب ،اوقاف جو مدرسوں اور مساجد میں چلنے والے جامعات کی مالی اعانت کرتے تھے مدت ہوئی حکومت نے انھیں اپنالیا۔عدلیہ میں بھی علماء کو کوئی رول نہیں دیا گیا۔اور اگر کوئی اثر بھی رکھتے ہیں تو اپنے چند پیروکارں میں ذاتی اثر کی وجہ سے۔

ان مسلم اکثریتی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت برطانیہ کی حالت سے مشکل سے ہی مختلف ملیگی۔ جہاں حکومت اور قانون اسلامی نہیں ہے اور علماء و مشائخ بے زر و بے زور ہیں۔

لیکن اس کے باوجود اکثر مسلم ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت برطانیہ سے بھی بدتر ہے۔کیونکی بہر حال برطانیہ میں مسلمانوں کو بحثیت مسلمان اپنی قوم کی تنظیم کی آزادی حاصل ہے۔بیشتر اکثریتی مسلم ممالک میں اسلام اور مسلمانوں پر حکومت کی گرفت بہت سخت ہے۔حکومت خود بلاواسطہ ائمہ مساجد کا تقرر کرتی ہے۔اور ان کی تقریروں پر بھی کنٹرول رکھتی ہے کہ انھیں کیا بولنا چاہیے۔حکومت کی اجازت کے بغیر مسجد کی تعمیر بھی نہیں کی جاسکتی۔

" ان سوسائٹیوں میں مسلمان ایک ایسے جزیرہ کی حیثیت رکھتے

ہیں جو بہت سے معاملات میں جیل سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔'' یہ حالت خصوصاً ان ممالک کی ہے جو واقعتاً اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن جہاں فرقہ وارانہ دستور بھیانک طور پر قائم ہے۔ اور پولیس ان لوگون کا تعاقب کرتی رہتی ہے جن پر صحیح نہ ہونے کا شک ہوتا ہے۔ جیسے میلاد النبی ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خانوادہ سے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں ۔وہاں وہابی (وہابی حکومت جیسا کہ سعودی عرب میں ہے اور اس طرح کے عقیدے والوں کو وہاں کی پولیس مشکوک سمجھ کر انھیں تنگ کرتی ہے) روایتی اسلام یعنی سنیت پر پابندی ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا میں کہیں بھی اسلام ،معاشرہ میں ایک جزیرہ مکمل طور پر موجود ہے تو یہ بات مشکوک مانی جائے گی۔اور بیشتر مسلم ممالک میں سچے اور دیندار مسلمان کفر کے ایک سمندر میں گھرے ہوئے ہیں ۔ان ممالک میں آپ اسلامی تہذیب کوسقیم حالت اور واہیات، غیر اسلامی، مغربی تہذیب کا غلبہ دیکھیں گے۔ان ممالک کی کثیر آبادی میں معدودے چند ہی اسلام کا حقیقی علم رکھتے ہیں ،جبکہ اکثریت بے ہودہ قسم کی جنسیات اور تشدد سے پر فلمیں دیکھتی نظر آئے گی۔ برطانیہ میں مسلم گھرانے اور مسلم نوجوان اسی طرح کی چیزوں کی مجرمانہ تخویف میں مبتلا ہیں۔تعلیم پر حکومت کا کنٹرول اور غلبہ ہے جو بچوں کی ہر طرح کی مضحکہ خیز نظریات کی تبلیغ کرتی ہے۔

بیشتر ممالک میں خودمختار مسلم معیشت مفقود ہے اور اس پر حکومت کا کنٹرول اور غلبہ ہے اور اس کا نظام بجائے مسلم کمیونٹی کے مانند ہونے کے

کمیونزم کی مانند ہے۔ وہاں کوئی مسلم کمیونٹی اور مسلم تہذیب نہیں ہے۔ اور نہ ہی مسلم قیادت اور حکومت اور اسلام اور ہر شے جو اسلامی ہے اسے کچل رہی ہے مگر اس جزیرہ یا مسلم سماج کی حالت بدتر ہے اسی طرح جس طرح اسٹالن کے روس میں اسلام کی حالت تھی کہ وہ لوگوں کے دلوں میں تھا لیکن عوامی سطح پر پورے طور سے نہاں تھا۔

" ایسے ممالک میں مسلمانوں کے وجود کے لئے ۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہی کارگر ہوسکتا ہے۔ ایسے سماج میں اسلام پھر سے بڑھنا شروع ہوسکتا ہے اگر اسے آئی لینڈ (جزیرہ) کی حیثیت سے پروان چڑھایا جائے، جیسا کہ امام احمد رضا کا منصوبہ تھا پھر اگر یہ نشو ونما پاتا ہے تو بڑھنے پھیلنے کے لائق ہوجائے گا اور غیر اسلامی معاشرے پر ان ممالک میں چھا جائے گا اور نتیجۃً حکومت کو متاثر کر کے صحیح اسلامی حکومت کا قیام نو کرے گا۔

بے شک ہر مسلم ملک اتنا برا نہیں ہے جتنا کہ انتہائی حالات میں ہے مثال کے طور پر ---۔ پاکستان میں صورتِ حال عجیب و غریب ہے الجزائر کے صورت حال کے مقابلہ میں۔ اس لئے کوئی بھی جو ۱۹۱۲ء کے منصوبہ پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے۔ اسے اپنے ملک اور علاقہ کی صورتِ حال پر باقاعدگی سے غور کرنا چاہیے۔ ہر مسلم ملک کا معاملہ مختلف ہے مقامی لوگ جو اصل حالات سے واقف ہیں۔ انھیں خود اپنے تئیں مطالعہ کرنا چاہیے لیکن یہ صاف طور پر واضح ہے کہ اس ۱۹۱۲ء کے منصوبے کا کم سے کم حصہ ہر ہر مسلم ملک کے لئے برمحل ہے دنیا میں آج کہیں بھی اسلام ایک جزیرہ کے سوا اور کوئی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ مغرب کی

آمد سے پہلے اسلام معاشرہ میں ایک جزیرہ ہی کی حیثیت سے تھا فرق صرف یہ تھا کہ یہ جزیرہ شاندار روایتی تہذیب اور دولت وثروت ہی کی جا تھا جہاں بہت زیادہ ذہین افراد کی قیادت تھی ۔عام مسلم علماءِ کرام اورامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ علم جیسے بزرگوں کے پیرو تھے اور روحانی پیشواؤں کی رہنمائی تھی اور بڑے سلسلہ طریقت ،خوب پروان چڑھا رہے تھے۔نویں اور دسویں صدی عیسویں میں خلافت کے خاتمے کے بعد اسلام صرف ایک جزیرہ کی حیثیت سے رہ گیا تھا۔چونکہ اسلامی حکومت ختم ہوچکی تھی معاشرہ پر مسلمانوں کا کنٹرول نہیں رہا ۔ اس عمل نے ۱۳ویں صدی عیسویں میں منگولوں کے ہلاکت خیز حملے کو عروج پر پہنچایا۔تب مسلمانوں نے اسلامی جزیرہ کی تشکیل پر کام کیا اور اپنے معاشرے اورتہذیب کو پروان چڑھاتے رہے اور صدیوں بعد معاشرہ اور حکومت پر غلبہ حاصل کرنے کے لائق ہوئے اور اپنی حکومت قائم کی جیسے سلطنتِ عثمانیہ اور سلطنتِ مغلیہ وغیرہ مسلم علماء اور مشائخ مسلم معاشرہ وتہذیب پر اپنا دباؤ اور اثر قائم رکھتے ہوئے خود حکمرانوں پر بھی غالب رہے۔

جب اہلِ مغرب مسلمانوں پر غالب آئے تو انہوں نے اسلامی جزیرہ کو پامال کردیا اس کے ترجمان علماء و مشائخ دور پھینک دیے گئے ۔ مغربی قانون اورتہذیب کا غلبہ ہوا اورسب سے بڑی بات یہ ہے کہ شرعی قانون کی جگہ کفار کا قانون نافذکردیا گیا۔

۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے اسی منصوبے کی تجدید فرمائی جسے اسلاف صدیوں قبل عمل میں لاچکے تھے انھوں نے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں

فرمایا۔وہ مجدد اسلام ہیں نہ کہ کسی نئے نظریے کے بانی۔

۱۹۱۲ء تک بلاشبہ مسلمانوں نے عام طور پر دوسرے منصوبوں پر عمل کیا ہے جو معاشرے کے مسائل کو حل کرنے والے جدید نظام حکومت کے منصوبے تھے ۱۹۱۲ء کا منصوبہ آج بھی اہم ہے، جدید نظام حکومت ناکام ہو چکا ہے اور ناکام ہو رہے ہیں جدید نظام پر مرتکز تمام منصوبے ! آج مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں انھیں ۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہی حل کر سکتا ہے ۔ کیونکہ حکومت ان مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔

بیشتر مسلم ممالک میں اسلام معاشرہ کے اندر سخت کنٹرول میں مقید کر دیا گیا ہے اگر مسلمان ۱۹۱۲ء کے منصوبہ پر عمل کر کے اپنا آزاد اسلامی جزیرہ پروان چڑھاتے اور اسے تہذیبی اور معاشرتی طور پر خود مختار بناتے تو یہ مسلمان اور اسلام کے لیے بہت بڑا عملی اقدام ہوتا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ تمام مسلم معاشروں کے لئے الگ اور سب کو ملا کر ایک مکمل معاشرہ کی حیثیت سے مسلمانوں کو مسائل کے حل کا متبادل فراہم کرتا ہے کیونکہ حکومت اور اس پر مرکوز تمام منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔اور مسلم ممالک کی حکومتیں ایسی ابتری کے عالم میں ہیں کہ صرف ۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہی واحد عملی اقدام ہے۔حکومت کی ناکامی کا علاج ایک خود مختار اور خود کار معاشرہ ہے۔

مسلم دنیا میں حکومتیں کئی طرح سے ناکام ہو چکی ہیں۔اول حکومتی کنٹرول کی معیشت ایک مصیبت ہے ۔اس نے الجزائر جیسے ملک میں بیروزگاری اور افلاس کی راہ دکھائی ہے قومیائی گئیں انڈسٹریاں مایوس حد تک ناقابل کارکردگی ہیں اور ٹیکس دینے والوں پر ایک بارِ گراں۔کچھ جو

حکومتی سیکٹر میں لگی ہوئی ہیں وہ مالدار نہیں ہیں ۔اور قومیائی گئی انڈسٹریوں سے باہر کثیر تعداد بھیانک غربت میں مبتلا ہیں۔اور جو لوگ سخت بیروزگاری کی مصیبت جھیل رہے ہیں وہ غریب عام مسلمان ہیں ۔مغرب زدہ لوگ حکومتی روزگار پانے کا فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔اس معاملہ میں شہر دیہی علاقے سے بہتر کام کر رہے ہیں ، جہاں سنی مسلمان آباد ہیں۔

ان ریاستوں میں گورنمنٹ ہی سارے اختیارات رکھتی ہے لیکن مکمل غیر ذمہ دارانہ !وہاں گورنمنٹ اور حکومتی عملہ پر کوئی روک نہیں ہے جو من مانی کرتے ہیں کیونکہ پورے معاشرے پر ان کا کنٹرول ہے اور روزمرہ کے معمولی معاملات میں بھی دخل اندازی کا انھیں زبردست اختیار حاصل ہے نتیجۃً وہ کرپٹ (بد اطوار) ہوگئے ہیں اور یہ سب ثمرہ ہے مغرب زدگی کا جو کنٹرول سے باہر ہے اور سنی مسلمان رشوت خور حکومتی عملہ کا شکار ہیں۔

مگر حکومت کی عظیم ناکامی کا سبب صرف یہی امور نہیں ہیں بلکہ خود حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوجانے کی بے ہودہ وہ لڑائی ہے جو بیشتر مسلم ممالک کو الگ سے چیر پھاڑ رہی ہے۔ہندستان اور برطانیہ جیسے ممالک میں جس مسئلہ سے دوچار ہیں وہ ان پر برٹش لیبر پارٹی اور بھارتیہ پارٹی جیسی فرقہ پرست اور متعصب جماعتوں کے جارحانہ حملے ہیں۔گزشتہ باب میں یہ بتایا گیا کہ حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوجانے کے سبب بیکار سے جھگڑوں وغیرہ کا حل ۱۹۱۲ء کا منصوبہ کس طرح کرسکتا ہے ۔مسلم دنیا میں مسلمان حکومتی کنٹرول کے سلسلے میں فرقہ وارانہ ،قومی اور مغرب زدگی کی عصبیت اور رقابت کی خوفزدگی میں مبتلا ہیں۔جیسے ترکی میں کردوں اور ترکوں ،عراق

اور شام میں شیعہ، سنی اور الجزائر میں فرنچ اور عربی لسانیت وغیرہ کے جھگڑے،تصادم اور رقابت اور اس کے نتیجے میں مسلم ممالک سول وار کے قریب ہیں۔

وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ سوچتے ہیں اگر صرف حکومت میں اصلاح کردی جاتی وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کردوں ،شیعوں یا مغرب زدہ لوگوں کی حکومت ہوتی تو یہ جھگڑے ختم ہوجاتے ۔وہ یہ بھی سوچتے ہیں کہ صرف حکومت میں اصلاح کردی جاتی یا اسے مزید طاقت دے کر وسیع کردیا جاتا تو ایسے بھی یہ مسائل ختم ہوجاتے ۔یہ خیالات کہ ان تبدیلیوں کے حصول سے پولیس حراست اور رشوت خوری کا معاملہ مختلف ہونا ،اصل میں درست نہیں ہے ۔جدید طرزِ حکومت بذاتِ خود بیماری ہے اور اس کا علاج ہے خود قوم و ملت کو حکومت کا واپس کردیا جانا ،حکومت کو من مانی سے روکنا جس کے سبب ملک میں تباہی پھیلی ہے۔

بعض گمراہ مسلمان ان غلط نظریات کی خاص طور سے پیروی کرتے ہیں اور وہ سوچتے ہیں کہ مسلم مسائل صرف مسلمانوں کو کسی سیاسی تحریک کے تحت منظم کرلینے اور حکومت پر تصرف حاصل کرلینے سے ختم ہوجائیں گے ،لیکن بدقسمتی سے اس سے بھی مسائل حل نہ ہونگے جیسے کہ الجزائر میں ہوا، کیونکہ حکومت پر قابض افراد عام مسلمانوں کو کسی قیمت یہ قبضہ نہیں دیں گے۔اور اگر وہ کسی ایک ملک میں حکومت پر قابض بھی ہوجاتے ہیں تو دوسرے تمام ممالک بشمول مغرب اس ملک کو تباہ کرنے کی تمام ممکنہ کاروائیاں عمل میں لائیں گے۔جیسا کہ آج سوڈان میں کررہے ہیں۔

مسلمانوں کے تمام مسائل کا اصل علاج

۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ مسلم دنیا کے معاشی مسائل کے حل کا صاف راستہ ہموار کرتا ہے اور ناکام حکومتی معیشت کے پہلو بہ پہلو مسلمان کو آزاد اور خود مختار مسلم معاشی مارکیٹ کی راہ سکھاتا ہے انھیں روزگار اور دولت حاصل کرنے کے لئے اگر مسلمان حکومت سے منہ موڑ کر آپسی کاروبار اور ایک دوسرے کو روزگار کی فراہمی کے طریق پر عمل کرے تو واقعتاً یہ آزاد مارکیٹ وجود میں آتی۔ مسلمان حکومتی ملازمتوں اور کوالیفیکیشن کے پیچھے بھاگنے سے باز رہتے اور اسلامی بینک کاری نظام کے تحت حقیقی تجارت کو فروغ دیتے۔ مسلمان خود کو عامۃ المسلمین کے کیریر اور مستقبل کی رہنمائی کرتے اپنے ہی ملک میں اور مسلمانوں کو روزگار کے لئے دوسرے ممالک خاص طور سے مغربی ملکوں میں ہجرت کرکے جانا نہ پڑتا۔ جیسا کہ آج کل ہورہا ہے۔

اس آزاد مسلم معیشت کا کام ایک عظیم عوامی تحریک کا باعث ہوگا اور یہ مسلمانوں کے خود اپنے عمل سے انجام پذیر ہوگا اس کا مقصد ایک عظیم مارکیٹ سیکٹر کی تعمیر ہوگا جو محض دفاعی نہ ہوکر پوری دنیا میں معاشی مقابلہ آرائی کا فروغ ہوگا۔

عظیم الشان مسلم معیشت کا فروغ بلاشبہ مسلم اداروں اور شریعت کے فروغ کے دوش بدوش انجام دیا جائے گا۔ اور مسلمانوں کو غربت اور

پریشانیوں سے راحت دلانے والا ہوگا۔مسلم عالمی،اور وراثت کے قانون ، خیراتی چندوں کا وقف کا نظام،زکوۃ خانقاہیں وغیرہ ایک فلاحی نظام فراہم کریں گی جہاں حکومت فیل ہو چکی ہے ۔یہ ایک غیر حکومتی اور خودکار تشکیل کردہ فلاحی ریاست ہوگی۔

۱۹۱۲ء کا یہ منصوبہ آج کی مغرب کی معاشی اور سماجی پالیسی کے مماثل ہے جس کی یہ حمایت کرتے ہیں ۔وہ حکومت کے سماجی کردار کو خود مختار سیکٹر اور خود کی مہیا کردہ معاشرتی حفاظتی نظام پر یقین رکھتے ہیں۔اس طرح کی آزاد مارکیٹ کے فروغ پر چین میں بڑے پیمانے پر اچھے ڈھنگ سے کام ہورہا ہے اور اگر وہاں یہ رویہ برقرار رہا تو چین کی معیشت متحدہ ریاست ہائے امریکہ کے مساوی ہوجائے گی۔

خود مختار مسلم فری مارکیٹ اس طرح کامیابی سے ہمکنار ثابت ہوسکتی تھی جس طرح چین نے کامیابی حاصل کی۔اس سے غربت اور بیروزگاری کو ختم کیا جاسکتا تھااسکی خاص اہمیت یہ ہوتی ہے کہ یہ ان سنی مسلمانوں کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوگا،جنھیں مغربی ممالک میں اور جن کے دوستوں کومسلم دنیا میں روزگار فراہم کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔فرض کیجئے اگر ایک عظیم الشان مسلم معیشت کا وجود ہوتا اور کسی کو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آتی اور فرض کیجئے ان سنی مسلمانوں کے لئے زر کی فراہمی کا باعث ہوتا۔جو صدیوں سے لوٹے جارہے ہیں تو کیا عالم ہوتا۔یہ مسلمانوں سے محبت کا زبردست غماز ہے۔ٹھیک اسی طرح جس طرح امام احمد رضا کو مسلمانوں سے محبت تھی جبکہ انھوں نے یہ منصوبہ مرتب فرمایا تھا۔

یہ خود مختار آزاد مسلم مارکیٹ حقیقتاً مسلم معیشت کا ترقی پذیر سیکٹر ہوتا جو اسٹیٹ سیکٹر سے اختیار واپس لے لیتا۔آج مغرب خود مسلم ممالک کو مارکیٹ اصلاح کے تحت لانے اورحکومت کی معاشی پالیسی کو سکیٹرکرنے کی کوشش کر رہی ہے۔اگر مسلمانوں کی اکثریت ۱۹۱۲ء کے منصوبے پرعمل پیرا ہوتے ہوئے مسلم عوامی تحریک کو فروغ دیتی سماج میں ایک خوشحال مسلم جزیرے کی تشکیل کے لئے تو آج ہم ایک کھلے ہوئے دروازے کو دھکا دے رہے ہوتے۔

''یہ آزاد مارکیٹ آرہی ہے شرط ہے اسے اسلامی بنانے کی یقین دہانی کی جائے۔''

کچھ لوگ اسلامی بینکاری نظام پرتنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رقم صرف سٹے بازی کے طور پر استعمال کی جارہی ہے پریشانی یہ ہے کہ حکومتی کنٹرول معیشت میں آزاد بینکاری کا کوئی رول نہیں ہے۔حقیقی اسلامی بینکاری نظام ہم صرف اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب ۱۹۱۲ء کے منصوبے کو عمل میں لایا جائیگا۔

۱۹۱۲ء کا منصوبہ حکومتی اختیار کو گھٹا کر اسے زیادہ ذمہ دار بنائے گا اگر مسلم اکثریت حکومت سے آزاد ہوکر خود اپنی زندگی بسر کرے،حکومتی افسر شاہی خود ہی کمزور پر جائے گی اور رشوت خوری اور بداطواری کے مواقع کم سے کم تر ہوجائیں گے سب سے اہم یہ کہ اگر مسلمان علماء و مشائخ کی قیادت کو برقرار رکھتے ہوئے ایک عظیم دولت و اثر دار قوم کو پروان چڑھاتے تو حکومت کو کم اہم اور زیادہ ذمہ دار بنایا جائے۔یہ کام صرف

ذمہ دارانہ حکومت کرتیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت کو کم اہم اور زیادہ ذمہ دار بنایا جائے۔یہ کام صرف ایک آزاد اور طاقت ور مسلم کمیونٹی ہی انجام دے سکتی ہے۔یہاں تک کہ ایک اسلامی حکومت بھی غیر سود مند ہوگی اگر اس پر اثر انداز ہو کر ذمہ دار نہیں بنا سکتے۔اس طاقت اور اختیار کے بغیر مسلم جزیرہ یہاں تک کہ اسلامی ریاست بھی بداطوار اور غیر ذمہ دار ہو جائے گی۔ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ پہلے امت ہے پھر حکومت۔حکومت امتِ مسلمہ کی مدد کے لئے ہوتی ہے اور اگر امت خودمختار و آزاد، طاقتور اور خوشحال قوم معاشی طور پر نہیں ہے اور ایسی قوم کی ۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہی تشکیل کر سکتا ہے۔

۱۹۱۲ء کے منصوبہ کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ حکومتی کنٹرول سے باہر ان تمام بے ہودہ جھگڑوں کو ختم کرنے کا راستہ فراہم کرتا ہے جو مسلم دنیا کو سول وار سے خوفزدہ کئے ہوئے ہے۔

اول:۔ جو معاشی اور سماجی تبدیلیاں اوپر پیش کی گئیں حکومتی کنٹرول کی ضرورت کو کم کریں گی اور اس سے آزاد ہوں گی آج حکومتی اختیار کے بغیر بھی ایک کمیونٹی کے کام کے موقع کو چھینا جاتا ہے۔لیکن اگر ایک آزاد معیشت کا وجود ہوتا جہاں کوئی بھی اپنی نجی تجارت چلا سکتا تو سیاسی جدوجہد کی ضرورت نہ ہوتی۔

دوم:۔دوسرا اور زیادہ اہمیت کا حامل نکتہ یہ ہے کہ ایک خودمختار معیشت اور معاشرتی فروغ مسلمانوں کو حکومتی کنٹرول کی تلاش اور خود اپنے آزادانہ اختیار کی تشکیل کا متبادل فراہم کرے گا۔اس طرح کسی عوامی تحریک میں

توانائی ضائع کئے بغیر کسی حکومتی کنٹرول سے آزاد راہ ہموار ہوتی ہے۔یعنی اگر مسلمان حکومت سے احتراز کرتے ہوئے خود اپنی خود مختارانہ زندگی والی حکومت یا ریاست کی تشکیل کریں۔اور جب قومیت تیزی سے دولت و طاقت سے پُر ہوکر تشکیل میں آتی تو حکومت جو اب بھی وجود میں ہے بآسانی بے پایاں معاشی ،معاشرتی اور تہذیبی طاقت سے مغلوب ہوتی۔

۱۹۱۲ء کا منصوبہ حقیقتاً صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ خود حکومت کو بھی راستہ فراہم کرتا ہے الجزائر اور دوسرے ملکوں میں مسلم دنیا میں حکومت اس بری طرح ناکام ہو چکی ہے کہ مستقبل صرف سول وار محسوس ہوتا ہے۔جس میں حکومت کو دور بہت دور اٹھا پھینکنے کے لئے لاکھوں افراد قتل ہونگے ۔ ۱۹۱۲ء کا منصوبہ اس سول وار کا خاتمہ کرے گا ضرورت صرف اتنی ہے کہ حکومتی اختیار کم کرکے مسلمانوں کو اپنی نجی کمیونٹی ،تہذیب اور قیادت پروان چڑھانے کی بھرپور کوشش کی جائے ۔مسلم دنیا میں حکومتیں پژمردگی کی سی حالت میں ہیں ۱۹۱۲ء کا منصوبہ مسلمانوں اور حکومت دونوں کو چلنے کی ایک شاہراہ فراہم کرتا ہے۔

بلاشبہ ۱۹۱۲ء کا منصوبہ مسلمانوں سے سیاسی عمل چاہتا ہے ۔لیکن یہ کوئی انقلابی طرز کا عمل نہ ہوگا ۔مسلمانوں کو اپنی حقیقی خود مختار معیشت اور اسلامی تہذیب والی علماء و مشائخ کی قیادت والی کمیونٹی کو پروان چڑھانے کے لئے سیاسی کام کرنا ہوگا۔

اس طرح کی انجام دی جانے والی سیاسی کاروائی الگ الگ ملک میں جداگانہ نوعیت کی ہوگی اور ہر جگہ حکومت سے معاشی آزادی کی

ضرورت ہوگی۔اپنی تجارت کو چلانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ آزادانہ سکول، ہسپتال اور رفاعی ادارے وغیرہ چلانے کی اجازت نیز شریعت پر عمل کرنے کی آزادی تاکہ اسلامی تہذیب وتعلیم کو پروان چڑھایا جاسکے سب سے اہم بات یہ کہ اس طرح کے معاشرے میں علماء اور طریقت کے سلاسل کو اس مسلم جزیرے کے قلب میں اپنا مقام مل جائے گا۔ اس طرح سے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ہوگی۔

اس کے لئے انقلابی اقدام کی نہیں آزادی، برداشت وتحمل اور سکون کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک عہدِ زریں ہوگا جو ہر جگہ اور ملک میں حکومت کی دہشت سے خوفزدہ ہیں۔

قارئین سوال کر سکتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء پر عمل درآمد کس قدر دشوار ہوگا؟

اول:۔ اس دشواری کا پیمانہ مختلف ملکوں میں مختلف ہوگا۔بوسنیا جہاں یہ آزادی پہلے سے ہی موجود ہے وہاں یہ عمل کوشش بے مصرف ہوگا (اور واحد شعوری ذریعہ ایسے ملک میں جو امید شکن حد تک مغربی امداد کا طالب ہے وہاں جارحیت سے احتراز کرنا چاہیے)

دوم:۔ابتداء میں زیادہ دشواری ہوگی ایک بار کامل اختیار کو اقتدار والی حکومتوں کا تعاقب کیا جائے راحت پانے کی خاطر تو جلد ہی ایک بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔بالخصوص معاشی طور پر اور جلد ہی مسلمانوں کے اندر اپنی آزادی کی خوشی منانے کا زبردست جوش پیدا ہوجائے گا۔

سوم:۔ یہ کہ مسلمان یقیناً ۱۹۱۲ء کے منصوبہ پر پہلے سے ہی عمل پیرا ہیں جبکہ انھوں نے اسے سنا بھی نہیں ہے بہت سے مسلم ممالک میں قومیت کے

فروغ کی عوامی تحریک حکومت سے کسی مدد کے انتظار و امید کے بغیر جاری ہے اس طرح مصر میں مسلم سماجی خدمت کے فروغ کی ٹھیک بڑی تحریک جاری ہے ۔کیونکہ حکومت فیل ہو چکی ہے اور اگر مسلم حکومت سے کسی مدد کا انتظار کرتے ہیں تو انھیں ہمیشہ کے لئے انتظار کرنا پڑے گا ۔ اسلامی بینکنگ کی ایک لمبی تاریخ ہے ۔بہت سے مسلم ملکوں میں تعلیم اسلامی کی تجدید شروع ہے اور ایسے علماء کی تربیت کی کوشش ہورہی ہے جو حقیقتاً قومی رہنمائی کرسکیں ۔ہر جگہ بڑے پیمانے پر سلسلہ طریقت کا بھی احیاء ہورہا ہے ،گمراہ اور سیکولر مسلمانوں کی نفرت اور اذیت رسانی کے باوجود ہمیں جو کچھ کرنا ہے شعور فکر کے ساتھ کرنا ہے جیسا کہ ہم کررہے ہیں لیکن یہ بھی اہم ہے کمیونٹی کا فروغ کسی نیک مقصد کے لئے کیا جائے کچھ مسلم ممالک میں ہسپتالوں اور سکولوں کی تعمیر کمیونٹی کے فروغ کے لئے نہ کر کے کسی مسلم جماعت یا خاص فرقہ کی عوامی حمایت کے لئے تعمیر کی جارہی ہیں۔حکومت اس طرح کی کمیونٹی کے فروغ کی راہ میں حائل ہوگی جو انقلاب کا ایک واسطہ یا ایک ناگزیر پتھر ہے۔ بات ہے ۱۹۱۲ء کے منصوبہ پرعمل کرنے کی نہ کہ اس طرح کی نظر آنے والی کسی اور منصوبہ پر جو کہ اصلیت میں اس سے مختلف ہے۔

اور یقیناً اگر مختلف ممالک میں ۱۹۱۲ء کے منصوبے پرعمل درآمد کیا جائے تو اتحاد امت نشوونما پائے گا مسلم ممالک اور دوسری جگہوں میں علماء کی آپسی رقابت اس اتحاد کو کمزور کرتی ہے۔اگر ۱۹۱۲ء منصوبہ فرقہ واریت اور قومی عصبیت کو کم کرتی ہے جنھیں حکومت نے جنم دیا ہے تو تمام

مسلم ملکوں میں مل جل کر کام کرنا آسان ہو جائے گا ۔ آزاد معیشت مسلمانوں کے اتحاد میں اضافہ کرے گی تجارتی پابندیاں قومی تنفر بڑھاتی ہیں تمام مسلم ممالک میں مسلمانوں کے درمیان آزادانہ تجارت کو عالم اسلام کے اتحاد کی بنیاد ہونا چاہیے۔امید افزا معاشی ترقی مسلمانوں کی ضرورت ہجرت کو کم کرے گی کیونکہ غربت کے سبب مسلمان ایسا کرتے ہیں جیسے کہ بنگلہ دیش میں ۔ بیک وقت آزاد تجارت، کام کرنے والوں اور تاجروں کو آزادی کی تحریک کا راستہ دکھائے گی تا کہ ہر مسلم پوری امت کو اپنا ملک تسلیم کر سکے نہ کہ ایک چھوٹی سی ریاست جہاں دوسرے مسلمان باہر کر دیے جاتے ہیں۔اور ان کے ساتھ اجنبیوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔جیسا کہ سعودی عرب اور دیگر امیر ممالک میں ہو رہا ہے اور وہ کام کی خاطر وہاں جانے والوں کو فقیر اور حقیر سمجھتے ہیں۔

آج مسلم ریاستیں کمزور ہیں اور وہ مثال کے طور پر بوسنیا کے لئے کچھ نہیں کر سکتیں ١٩١٢ء کا منصوبہ انھیں بین الاقوامی سطح پر ان ریاستوں کو طاقتور بنائے گا نہ کہ کمزور۔آج ان میں بہت سی ریاستیں اپنے ہی لوگوں سے جنگ کر رہی ہیں اس طرح کی ریاستیں دنیا میں اپنا کوئی اثر قائم نہیں کر سکتیں ۔ان ریاستوں کا اسلام اور مسلمانوں سے قطعاً کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔لیکن اگر ان ملکوں میں ایک مضبوط مسلم کمیونٹی موجود ہوتی تو بوسنیا کے لئے اصلیت میں کچھ نہ کچھ کرنے کے لئے اثر ڈالتی۔بغیر معاشی کامیابی کے حکومت طاقتور نہیں ہو سکتی حکومت کی چلائی گئی معیشت ایسی بری طرح ناکام ہے کہ یہ ریاستیں آج بھی آئی۔ایم۔ایف (انٹرنیشنل مانیٹرنگ فنڈ)

اور مغربی حکومتوں سے مالی امداد کی بھیک مانگ رہی ہیں۔ان کی ٹیکس آمدنی بہت ہی معمولی ہے کیونکہ ان کی معیشت ناکام ہے۔ ۱۹۱۲ء کے منصوبہ کا عطا کردہ خود مختار اور آزاد مارکیٹ کا نظریہ انھیں معاشی کامیابی عطا کرے گا اور آئی۔ایم۔ایف کے سامنے خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی ان کی اپنی ٹیکس آمدنی ہوگی جو انکی طاقت میں اضافہ کرے گی۔ان سب طریقوں سے یہ ریاستیں دنیا میں مسلمانوں کے لئے کچھ کرنے کے قابل ہوسکیں گی۔انشاء اللہ پھر کوئی دوسرا بوسنیا وقوع پذیر نہیں ہوگا۔اگر ۱۹۱۲ء کے منصوبے پر عمل کیا جاتا ہے تب!

امام احمد رضا کس قدر غیر معمولی ذہین تھے۔اس منصوبے کو لائق عمل بنانے کے سلسلے میں ہم نے گزشتہ ابواب میں مختلف طریقوں سے خاکے پیش کئے ہیں کسی خاص ملک میں اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے اس ملک کے بارے میں خصوصی واقفیت کی ضرورت ہوگی۔ ۱۹۱۲ء کا منصوبہ فکر وعمل کا رہنماء ہے نہ کہ ان کا متبادل۔یہ حقیقتاً تمام عالم اسلام کے لئے ایک صحیح راستہ ہے یہ ساری دنیا اور دنیائے مسلم وغیر مسلم دونوں کے لئے درست ہے۔کیونکہ دونون نے کمیونٹی کے سامنے حکومت کو پیش کرنے کا مصیبت خیز راستہ اپنایا ہے۔آج ہر جگہ حکومتی پالیسی ناکام ہے اور راستہ صرف یہی ہے کہ حکومت سے احتراز کر کے حقیقی ،آزادانہ،خوشحال اور مہذب کمیونٹی کو پروان چڑھایا جائے۔

۱۹۱۲ء کاامام احمد رضا کا منصوبہ صرف اکثریتی ممالک کے لئے اہم نہیں ہے بلکہ برطانیہ میں ہم مسلمانوں کی بہ نسبت ان مسلمانوں کے لئے

زیادہ اہم ہے کہ عالم اسلام میں جو حکومتیں ناکام ہو چکیں ہیں کیونکہ ان کی حالت برطانیہ سے زیادہ بری ہے۔

حقیقتاً امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ ہر جگہ کے مسلمانوں کے لئے واحد منصوبہ ہے۔ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ حقیقتاً اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کا مقصد پوری انسانیت کو اسلام کی طرف بلانا ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل سے محبت اور جنت کی خاطر!

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

منصوبہ رضا پر عمل کے لئے سیاسی سرگرمی

امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا چار نکاتی پروگرام بنیادی طور پر سیاسی نہیں ہے بلکہ مقصد ہے ایک آزاد جزیرے کی حیثیت سے مسلم کمیونٹی کی تعمیر اور اس کے لئے مذہبی سرگرمیوں کے لئے عمل پیرا ہونا۔ معاشی، سماجی، اورنجی و سیاسی قسم کی سرگرمیوں پر یہ مرتکز ہے اس طرح کی سرگرمیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ کمیونٹی ہر طرح سے آزاد و خود مختار ہو۔ جب کمیونٹی خود مختار ہوگی تب ہی سیاسی سرگرمی کارگر ہو سکتی ہے اور اس سیاسی سرگرمی سے معاشی و سماجی آزادی کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ آج کی دنیا میں حکومت سماج اور معاشیات کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور حکومت کو جب تک مجبور نہیں کیا جائے گا سماجی، معاشی و تہذیبی شعبہ ہائے زندگی میں آزادی کے ساتھ نہیں رہا جا سکتا۔ امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء کے چار نکاتی پروگرام کو عمل میں لانے کے لئے مسلمانوں کو حکومت سے گریز اور آزادی ضروری ہے۔ مسلمانوں کو کسی اور طرح سے آزادی کے لئے سیاسی طور پر خود مختار رہنا ضروری ہے۔

اس سیاسی آزادی و خود مختاری کے تین پہلو ہیں

اولاً:۔ مسلم کمیونٹی کی عام آزادی اور خود مختاری یعنی حکومت کی دخل اندازی کے بغیر کمیونٹی اس لائق ہو سکے کہ وہ اپنی آزاد زندگی کے لئے قومی تنظیم کر سکے۔ مسلمانوں کو اپنے خیالات کے اظہار کی تقریری و تحریری آزادی

ہو۔کیونکہ اس آزادی کے بغیر آزادانہ زندگی بسر نہیں کی جا سکتی۔آج کچھ ممالک میں حکومت کی طرف سے کسی بھی دینی اسلامی لٹریچر پر سخت پابندی ہے۔یہاں تک کہ وہ مساجد میں بھی اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے، مسلمانوں کو اپنے سماجی ادارے مثلاً اسکول ،ہسپتال ، خانقاہ وغیرہ کے قیام کی آزادی ہونی چاہیے کچھ مسلم ممالک میں اس طرح کے اداروں کے قیام کی آزادی نہیں ہے بلکہ حکومت اس طرح کے ادارے خود چلاتی ہے حقیقی سیاسی آزادی کا مطلب ہے کمیونٹی کو اپنے قائدین کے انتخاب کی خودمختاری ۔مسلم کمیونٹی میں حکومت کے ذریعے مقرر کردہ اہم ترین عہدیدران کی ضرورت بھی نہیں ہے ۔مسلمانوں کو حکومت کی طرف سے بحیثیت مسلمان رہنے کی آزادی بھی ہونی چاہیے۔اور انھیں غیر اسلامی تہذیب و قوانین کو جبراً اپنائے رکھنے کی بجائے شریعت پر عمل کرنے کی آزادی ملنی چاہیے۔اور اپنے معاملات و آپسی مقدمات شریعت کی روشنی میں باہم فیصل کرنے کی آزادی بھی چاہیے۔مسلمانوں کو اپنی تجارت کی آزادی چاہیے نہ کہ جبراً حکومتی کارخانوں میں کام کرنے کی پابندی ۔انھیں اپنے مقام پر رہنے کی آزادی بھی چاہیے۔لیکن بہت سے ملکوں میں اس طرح کی آزادی پر بھی پابندی ہے۔ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر حکومت کی اجازت کے بغیر بھی نہیں جا سکتا اور ایسی حالت میں مسلم کمیونٹی کا وجود کہاں برقرار رہ جاتا ہے جبکہ وہ وہاں نہیں رہ سکتا جہاں اس کے دوسرے مسلم برادران رہتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں آنے جانے کی بھی اجازت ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان امت مسلمہ کا رکن ہے کسی

حکومت کا رکن نہیں ۔آج کی جدید دنیا میں ہجرت کی یہ آزادی دن کے خواب کی مانند ناممکن ہے ۔ البتہ قرونِ وسطیٰ میں یہ ضرور ممکن تھا۔ان تمام امور پر ۱۹۱۲ء کا منصوبہ عام آزادی اور حکومت سے خود مختاری کا موقعہ پیدا کرتا ہے۔

دوم :۔ اس آزادی و خود مختاری کا مطلب ہے باضابطہ اور قطعی آزادی مثلاً اگر مسلمان آزاد معیشت کے قابل ہیں تو ہر مسلمان کو اپنی تجارت کی ہر طور سے آزادی ہونی چاہیے بلاشرکتِ غیر حق تجارت، وسیع پیمانے پر قائم کردہ حکومتی پابندیوں کا خاتمہ اور ذاتی طور پر معاشی علاقہ کی تشکیل جہاں مسلمان آزادانہ تجارت کرسکیں اسلامی بینکنگ کی آزادی پر حکومتی قانونی پابندیاں اور مرکزی بینکوں کی کاروائی عائد کردی گئی ہیں مسلمانوں کو عائلی معاملات جیسے شادی، طلاق، خاندانی امور اور ذبیحہ وغیرہ میں شریعت کی رو سے عمل در آمد کی آزادی ملنی چاہیے۔ برطانیہ میں حکومتی شہری قانون کی رو سے مساجد کا قیام بھی سخت مشکل ہے ۱۹۱۲ء کا منصوبہ اس طرح کی آزادی کی مشکلات کو نظر انداز کر کے مسئلہ کو سلجھایا جا سکتا ہے۔

سوم:۔ اس آزادی و خود مختاری کا مطلب ہے مسائل کے حل کے لئے حکومت کے پیچھے بھاگنے سے احتراز ۔بہت سے مسلمان سوچتے ہیں کی تعمیر مسجد کے لئے رقم کی فراہمی کی خاطر حکومت کے پیچھے بھاگنا چاہیے۔وہ سوچتے ہیں مسلمانوں کے روزگار کے لئے سیاست دانوں کے پیچھے بھاگنا چاہیے وہ سوچتے ہیں کہ اگر مسلمان کو سیاسی طور پر اہمیت حاصل کرنی ہے تو اس کے لیے انھیں لیبر پارٹی ،سول سروس ،مقامی یا مرکزی حکومت اور

کابینہ میں کچھ مقام حاصل کرنا ہوگا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔اس کے مطابق مسلمانوں کو حکومت کا خیال نظرانداز کر کے ،اپنی رقم سے مسجد کی تعمیر کرنی چاہیے اپنی تجارت چلانی چاہیے اور اپنی مسلم کمیونٹی کی طاقت اور وزن سے گورنمنٹ پر اثر انداز ہونا چاہیے نہ کہ چندلوگوں کا کافر سماج میں عہدہ و منصب حاصل کر لینا۔اس آزادی کا مطلب ہے حکومتی امداد اس کے ذریعہ حل کئے جانے والے معاملات کا انکار مسلمانوں کو حکومت سے قطع نظر کر کے علماء و مشائخ کی قیادت والی پُر اعتماد کمیونٹی کی تشکیل کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی تمام سیاسی جدوجہد کا مقصد سیاسی آزادی اور خودمختار کمیونٹی کا قیام ہونا چاہیے تا کہ ۱۹۱۲ء منصوبہ ممکن العمل ہو سکے۔

آج برطانیہ میں اس طرح کی آزادی بیشتر مسلمانوں کو میسر ہے اور ۱۹۱۲ء کے منصوبہ کو لائق عمل بنانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہم وہاں ایک مضبوط روادار حکومت میں رہتے ہیں ۔ہمیں وہاں موجودہ آزادی کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اس خاص قسم کی آزادی کے لئے مزید سرگرمِ عمل رہنا چاہیے جو ابھی ہمیں میسر نہیں ہے۔

اس طرح کی آزادی بیشتر ممالک میں مفقود ہے اور وہاں ایک آزادی مسلم کمیونٹی کی تشکیل کے لئے بڑے پیمانے پر سیاسی سرگرمی کی ضرورت ہے۔

اس منصوبے کو لائق عمل بنانے کے لئے سیاسی طریقوں کے استعمال کی تعریف آسان ہے اور وہ کوئی بھی تدابیر ہوسکتی ہیں کہ جن کے

توسط سے صحیح معنی میں حکومت سے آزادی حاصل ہو سکے بلاشبہ الگ الگ ملکوں میں سیاسی سرگرمیاں جداگانہ نوعیت کی ہونگی اور زیادہ بہتر اس ملک کا باشندہ ہی جان سکتا ہے کہ اس منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے کس طرح کی سیاسی بصیرت کی ضرورت ہوگی لہٰذا اس کے لئے گہرے مطالعے، جائزے اور بصیرت کی ضرورت ہے کہ کسی خاص ملک میں کس طریقہ سے مقصد حاصل کیا جائے۔ لیکن جیسا کہا گیا کوئی بھی ترکیب جو قابل قبول ہو تو اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ مرتب شدہ وسیع سیاسی تراکیب سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا جن پر آج عمل پیرا ہیں کیونکہ وہ ۱۹۱۲ء کے منصوبے کی بالکل ضد ہیں۔

برطانیہ میں بہت سے مسلمان نسلی رشتہ کی استواری میں اپنا وقت خرچ کرتے ہیں اس کوشش میں کہ حکومت گوروں کو کالوں (مسلمانوں) کے روزگار کے لئے مجبور کر سکے اسے متحدہ ریاست ہائے امریکہ میں ایجابی (اقراری) طریقہ کہتے ہیں یہ طریقہ مسلم کمیونٹی کی تعمیر کا طریقہ نہ ہو کر کافر سماج میں حصولِ روزگار کا طریقہ ہے یہ طریقہ قطعاً ناکام ہے۔ مسلمان اس سے کچھ نہیں پا رہے ہیں۔ اس امر میں وہی لوگ اچھی حالت میں ہیں جو نسلی استواری (قومی یک جہتی) کے کام میں لگے ہوئے ہیں مسلمانوں کو حکومت کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اس پالیسی کو ترک کر دینا چاہیے۔ انھیں خود پر بھروسہ کرنا چاہیے اور حکومت سے صرف اسی رقم کا مطالبہ کرنا چاہیے جو ہر شہری کا مساوی حق ہے جیسے کہ ہر بچے کو مفت تعلیم کے لئے حکومت کی جانب سے دی جانے والی رقم یا بڑھاپے کی پنشن

کے طور پر دیا جانے والا روپیہ۔حالانکہ یہ روپیہ بھی مسلمانوں سے نفرت کا سبب ہوسکتا ہے حکومت سے ہر طرح کی زائد امداد کی طلب اور بھی دھماکہ خیز ہے اگر مسلمان خود پر بھروسہ رکھتے ہوئے تجارت کو فروغ دیتے تو شاید چند ہی لوگ بے روزگا ہوتے اور ان لوگوں کے تنفر میں کمی آتی جو اس خیرات کے حصول کو جرم سمجھتے ہیں اس طرح کے نسلی رشتہ کی استواری کے لئے صرف اس حد تک کام کرنا چاہیے جس سے جبر کے شکار مسلمانوں کا تحفظ ہو سکے۔

بہت سے لوگ اسلامی انقلاب اور اقتدار پر قبضہ کی خاطر کمیونسٹ یا فسطائی پارٹیوں کے نمونے پر سیاسی سرگرمی کی تنظیم کی کوشش میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں برطانیہ جیسے ملک میں یہ کوشش دن میں خواب دیکھنے کی مانند ہے اور یہ مسلمانوں کو بھاری مشکلات میں مبتلا کرتی ہے ۱۹۱۲ء کا منصوبہ برطانیہ میں آزاد سیاسی کمیونٹی کی راست قامتی کی تلاش تو کرتا ہے مگر حکومت میں حکومت کی راست قامتی تلاش نہیں کرتا۔اس کا مقصد ہے ایک پرامن اسلامی زندگی نہ کہ حکومت کو چیلنج بلکہ حکومت سے دھیان ہٹانا اور حکومت کرنے والوں کی پالیسی سے خود کو دور ہٹانا مقصد ہے کمیونٹی کی معیشت اور معاشرہ کو اس طریقہ سے منظّم کرنے کی ضرورت تاکہ حکومت سے کسی امداد کی ضرورت نہ پڑے۔

حزب التحریر جیسے مسلم گروپ اس بات کو صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کے مقصد کے اندر حکومت کی راست قامتی ہے اگر ممکن ہو سکے تو اسے ختم کر کے اپنی حکومت قائم کر لی جائے۔دوسرے مسلم گروپ مسلمانوں

کے ایک بڑے دباؤ ڈالنے والے گروپ کی تنظیم کے خواہاں ہیں تاکہ مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے حکومت سے رعایت پانے اور برطانوی سماج میں اونچا منصب حاصل کرنے کے لئے حکومت پر زور ڈال سکیں۔ یہ طریقہ بہت دھماکہ خیز ہے۔گزشتہ ابواب میں تحریر کیا گیا کہ اگر فرقہ واریت اور عصبیت مانع نہیں ہوتی تو برطانیہ میں سو برس کے اندر مسلمان اکثریت میں ہوجائیں گے ۔اگر آج برطانیہ میں دس لاکھ مسلمان ہیں تو ہر بیس سال میں یہ دوگنے ہوجاتے ہیں تو سو برس میں ان کی تعداد تین کروڑ بیس لاکھ ہوجائے گی لیکن اگر کمیونٹی پر حزب التحریر جیسے لوگوں کی گرفت رہتی ہے تو برطانویوں کے لئے اس قدر ہتک آمیز دست اندازی ہوگی کہ وہ پوری کمیونٹی کو ملک بدر کرکے یا کسی دوسرے طریقے سے برباد کرسکتے ہیں ۔اس طرح کی سیاست خطرناک ہے اور اسے ترک کردینا چاہیے۔مسلم دنیا میں اسلامی انقلاب کی اس طرح کی کوشش بالکل ناکام ہوچکی ہے اور لاکھوں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں ضرور ہوچکے ہیں ۔۱۹۱۲ء کا منصوبہ مسلم دنیا میں مسلمانوں اور حکومت کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے جو خود اپنے ہی حکمرانوں کے پھندے میں پھانس لئے گئے ہیں ، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ حکومت سے احتراز اور اس سے علیحدہ ایک آزاد زندگی ہی اس سیاست کے مقاصد ہیں ۔اس لئے مسلم دنیا میں حکومت کو اکھاڑ پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے یہ بوسنیا اور کشمیر جیسے مقامات میں لائق عمل نہیں ہیں جہاں مسلمان اجتماعی قتل سے دوچار ہیں مسلمانوں کو زندہ رہنے کے لئے لڑنا چاہیے نہ کہ مرنے کے لئے ۔لیکن خوش قسمتی سے مسلم دنیا میں حکومتوں کی بڑی اکثریت اتنی بدتر نہیں ہے

جتنی سربیا میں۔اس لئے مسلمان موجودہ حکومت کو تسلیم کر سکتے ہیں اور انھیں صرف آزاد اسلامی زندگی کے حصول کے لئے کام کرنا چاہیے جیسا کہ میں نے گزشتہ ابواب میں اشارے کئے ہیں یہ خود حکومتوں کے لئے قیمتی راستہ ہموار کر سکتا ہے۔

ہم یہ اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کوئی بھی سیاسی تدبیر جو کارگر ہو اختیار کرنی چاہیے،لیکن ایسی تدابیر جو خطرہ پیدا کرنے والی ہوں ان سے احتراز کرنا چاہیے یا جو آزادی اور خود مختاری سے دور کر دے۔

حقیقتاً جس کی ضرورت ہے وہ ہے مسلم دنیا کے ہر ملک اور ہر علاقہ میں سیاست میں اندرونی کام کے لئے گہرا مطالعہ۔مسلم دنیا کی شاہی اور مطلق العنان بہروپ والی حکومتوں میں حصول ترقی کی راہ میں گہری بصیرت والے لوگوں کی ضرورت ہے جیسے کہ وہ لوگ فرانس یا جرمنی یا متحدہ ریاست ہائے امریکہ کے سیاسی نظام میں حصول کامیابی کا طریقہ سمجھ سکتے ہیں ہر جگہ یہی مطالبہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد کر دیا جائے ۔اور انہیں عزت سے زندہ رہنے اور سکون کی تعمیر کی بھی آزادی ہونی چاہیے۔

ہمارا قاری اب پوچھ سکتا ہے کہ ضروری سیاسی سرگرمیوں میں کون شریک ہے کہ ہر مسلم اور مسلمہ اپنے ایک خاص انداز میں شریک ہے ۱۹۱۲ء منصوبہ ہر مسلم کی تحریک ہے اور یہ سیاست میں بھی اتنا ہی قابل اطلاق ہے جتنا دوسرے پہلوؤں میں۔

اس بات کی کوئی تخصیص نہیں کہ مسلمان کہاں رہتے ہیں کیا کرتے

ہیں یا وہ کتنے اہم ہیں، وہ سیاسی عمل کر سکتے ہیں۔

مسلمان ووٹ دے سکتے ہیں مختلف مسائل پر اخبارات کو خطوط لکھ سکتے ہیں اس منصوبے کے کسی ادنیٰ یا اہم پہلو پر مدد کے سلسلے میں مقامی کونسلر یا ایم پی اے سے شکایت کر سکتے ہیں۔ گورنمنٹ یا سیاست میں شامل مسلمان اس سلسلے میں خاص طور سے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو حکومت سے آزادی دلائے نہ کہ حکومت کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں بلکہ مسلم مفاد میں گورنمنٹ یا سیاست میں حاصل اپنی پوزیشن کا استعمال کریں۔ مسلح افواج ،سیاست،حکومت یا انتظامیہ میں شامل با اثر مسلمان اس منصوبے کے سلسلے میں خصوصیت سے مدد اور مشورہ دے سکتے ہیں اور اپنی دوستی اور روابط کا نیٹ ورک استعمال کر سکتے ہیں۔

لیبر پارٹی یا لبرل ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل مسلمان حکومت سے مسلم آزادی کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر سکتے ہیں ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو تعمیر مسجد کی اجازت دلاکر یا اسی طرح کے کسی اور کام میں معمولی مدد کر کے۔

لیکن سیاست کی ابتداء لاکھوں سے ہوتی ہے اس آزادی کے حصول اور تحفظ کے لئے جو چیز اصلیت میں سیاست میں شمار کی جائے گی وہ ہے عامۃ المسلمین کی لاکھوں کی تعداد۔ اگر لاکھوں میں عام مسلمان اس ۱۹۱۲ء کے منصوبے کو چلانے میں مدد کریں تو وہ حکومت کو جائز کام کرنے میں اثر انداز کرنے کی خاطر اصل طاقت فراہم کریں گے۔

اور بلاشبہ یہ مکمل قوت حیات ہے کہ مسلم قیادت علماء و مشائخ کے

ہاتھوں میں دی جائے لیکن یہ فوراً ممکن نہیں ۔دوسرے مسلمانوں کو گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اسے ممکن بنانے کے لئے عمل کرنا چاہیے۔مسئلہ ہے ان مقامات پر مناسب علماء کی کمی کا جہاں وہ برسوں سے دبائے گئے ہیں اور علم دین کو نظر انداز کردیا گیا ہے ۔مسلم دنیا کی بہت سی ریاستوں میں علماء اور ان کی تربیت پر پابندی عائد کردی گئی ہے ۔حکومتی پابندی سے آزاد اور عصرِ جدید میں واقعتاً صحیح مسلم رہنمائی کرنے والے قابل علماء تیار کرنے میں برسوں لگیں گے۔اور بہت سے مسلم ممالک میں مشائخ کو دبا کر پس پشت ڈال دیا گیا ہے ۔ بلاشبہ عوام کی حمایت سے علماء ، مشائخ کو ہی مسلمانوں کی رہنمائی کرنی چاہیے لہٰذا ضروری ہے کہ ان حضرات کو عوامی حمایت ،احترام حاصل کرنے میں سخت محنت کرنا ہوگی ۔

لیکن یہ سب سے بڑی دشواری نہیں ہے ۔ہر معاملہ میں حکومت پر بھروسہ کی پوری روایت اور اسی کے اگلے اقدام کا انتظار کرنا تو آسان ہے لیکن جب ۱۹۱۲ء کے منصوبہ عمل میں لایا جائے گا تو دشواری پیدا ہوگی۔البتہ یہ منصوبہ کسی اور متبادل منصوبہ سے آسان تر ہے مسلم ،غیر مسلم اور حکومت کے لئے کیونکہ دوسرے متبادل ناکام ہوچکے ہیں اب رہا یہ سوال کہ یہ سیاست کب تک بروئے کار لائی جاتی رہے گی تو جواب ہے جب تک حکومت سے آزادی اور خودمختاری حاصل نہ ہوجائے اور پالیسی وہی جو کبھی ختم نہیں ہوتی ۔آج برطانیہ میں ضروری بنیادی آزادی میسر ہے ۔بہت سے ملکوں میں اس سیاست کو قابل غور اور قابلِ عمل بنانے ہی میں دہائیاں لگ سکتی ہیں ۔اس لئے کہ انتظار کیا جائے کہ بادشاہ یا مطلق العنان حکمران

کب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے لیکن آج یہ حکومتیں اس طرح ناکام ہوچکی ہیں کہ وقت اس ۱۹۱۲ء کے منصوبے کی حمایت میں ہے۔

لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک حکومت برقرار رہے مسلمانوں کو خود کا تحفظ کرنا چاہیے۔ ۱۹۱۲ء کا منصوبہ کا پہلا عملی قدم ہوگا حکومت کو عوام سے بہتر برتاؤ کیلئے ذمہ دار بنانا، کیونکہ یہ ہر شہری کا حق ہے کہ اس پر ذمہ دارانہ حکومت کی جائے۔ یہ زیادہ فکر کی بات نہیں کہ مسلمان کس حد تک آزاد ہیں، یہ آزادی کبھی بھی لی جا سکتی ہے لہذا مسلمانوں کو حکمران کی مخالفت میں رہتے ہوئے خود کو حفاظتی پوزیشن میں رکھنا چاہیے، یہ کہاوت اب بھی سچ ہے کہ آزادی کی قیمت دائمی مغز بیداری ہے۔

لیکن بے شک جیسے جسامت، قوت اور خوش حالی میں خود مختار کمیونٹی تشکیل پاتی ہے ہمیشہ اس کی آزادی کا حصول مشکل تر ہوجائے گا۔ لیکن ہمیں یہ بھی نہ فراموش کرنا چاہیے کہ مغرب کی آمد سے قبل مسلمان یہ آزادی رکھتے تھے۔ اور جب بھی ان سے یہ آزادی چھینی گئی کمال اتاترک جیسے مسلمان ہی کے ذریعے چھینی گئی جس نے علماء و مشائخ اور شریعت کو تباہ کیا۔

ماضی کے پاس کئی سبق ہیں اور ہمیں یہ دیکھنے کے لئے کہ ماضی میں ۱۹۱۲ء کے منصوبے یا اس قسم کے منصوبے کس طرح عمل میں لائے گئے تھے۔ مسلم تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا مثلاً سلسلہ نقشبندیہ کو ہمیشہ سے غلبہ اسلام اور مسلم کمیونٹی کو خود مختاری دلانے میں تخصص حاصل تھا۔

اگر یہاں بتائے ہوئے طریقوں پر ۱۹۱۲ء کا منصوبہ عمل میں لایا گیا ہوتا تو مسلم دنیا میں ایک نئے طرز کی حکومت وجود میں آتی۔ آج کی مسلم دنیا

کی سیاست ،خوفناک اور خوف زدہ کرنے والی ہے ۔ہماری سیاست کے مقاصد اور تدابیر عام طور سے کمیونزم ،فسطائیت اور نازی ازم کی نقالی ہے۔حکمران اور اسلامی کہی جانے والی سیاست دونوں خوف زدہ ہیں ۔مسلم دنیا میں بذات خود بہت سے خوف ہیں لیکن اس وجہ سے کہ اسلامی سیاست کی باگ ڈوران مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے جو سیاست سے بالکل نابلد ہیں۔

۱۹۱۲ء کا منصوبہ کی چاہی سیاست اس خوفزدگی کو ختم کر دیگی۔اس کا مقصد خود مختاری ہے نہ کہ اقتدار۔مقصد ہے اسٹیٹ اور اس کے اختیار کو کم سے کم اور محدود کردینا۔یعنی مقصد ہے پولیس اور خفیہ پولیس سے اختیار واپس لے کر مسلمانوں کو آزادی اور خود مختاری دلانا ۔اس سیاست کا انحصار اس پر ہے کہ کیا حاصل کر پانا ممکن ہے نہ یہ کہ ممکن خوابوں کے پیچھے بھاگ کر لاکھوں جانوں کی قیمت ادا کی جائے یہ سیاست مسلم دنیا میں موجودہ نظام کو تسلیم کرتے ہوئے اس صلح پر منحصر ہے کہ ان سے سماج کو آزادی دینے کے لئے کہا جائے جبکہ حکومت ناکام ہوچکی ہے۔یہ سیاست اور غیر مسلمین کے درمیان پُر امن زندگی گزارتے ہوئے ایک ممکن الحصول ہم آہنگی پر منحصر ہے ۔کیونکہ کوئی بھی اپنے لئے حکومت کے اختیار سے دولت اور اقتدار کے استعمال کی کوشش نہیں کر پا رہا ہے۔

یہ سیاست مسلمانوں کی محبت اور کمیونٹی کی نگرانی اور پرواہ داری پر منحصر ہے ۔کمیونٹی کو خطرے میں ڈال کر ایک سیاست داں کا اپنے کیریر کو کامیاب بنانے والی پرخطر اور تکلیف دہ سیاست کی بہ نسبت امام احمد رضا کے نقطہ نظر میں کوئی بھی شے بدتر نہیں ہے۔پوری ہندی مسلم کمیونٹی کو خطرے

میں ڈالنے والی اس جوکھم سیاست پر امام احمد رضا نے اپنی زندگی میں بھی نکتہ چینی کی تھی۔

اگر امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء کے منصوبے ہی مسلم دنیا کی سیاست ہوتی تو پوری مسلم دنیا راحت کی سانس لیتی۔ پوری مسلم دنیا کو اس نئی سیاست کی فوری ضرورت ہے یہ منصوبہ حقیقتاً مسلمانوں میں نئی امید دلا سکتا تھا۔ پرانی سیاست مسلمانوں کو تباہ کر رہی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے بے شک بہت سے مسلمین اس منصوبہ پر عمل پیرا ہیں دوسری تمام تدبیریں ناکام ہوچکی ہیں اور صرف یہی سیاست مسلم کمیونٹی کے فروغ میں مدد بہم پہنچانے کا ایک راستہ ہے اگر یہ سیاست قصد و شعور کے ساتھ خاص طور سے عمل میں لائی جاتی تو ایک بڑا فرق قائم ہوجاتا کیونکہ دوسری سیاسی سرگرمیاں مسلمانوں کے لئے اس قدر خطرناک ہیں کہ ان سے چھٹکارا پانا صرف اسی وقت ممکن ہے جب اس کی جگہ پر اصل سیاست کو بروئے کار لایا جائے۔

امام احمد رضا نے اس منصوبہ کو 1912ء میں تجویز فرمایا تھا۔ یہ ان کے بے انتہا ذہانت کی پہچان ہے کہ آج یہ منصوبہ مسلم دنیا کے تمام مسائل کے حل کی کلید بن سکتا ہے اور یہ اسلام کی حقانیت کی صرف ایک علامت ہے اور امام احمد رضا نے جو کچھ کیا اس کی اساس نبی کریم ﷺ سے بے پایاں عشق تھا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے سچائی پر قائم رہتے ہوئے ہدایت اور کامیابی کی دعا کرنی چاہیے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار نکاتی پروگرام میں مذہب کا مقام

گزشتہ ابواب میں ہم نے امام احمد رضا کے 1912ء کے اس منصوبے اور پروگرام کے سیاسی، سماجی اور معاشی پہلو پر خاص طور سے توجہ مرکوز رکھی ہے۔ اور اس کے مذہبی پہلو کو صرف مَس کیا ہے۔ لیکن امام احمد رضا کے منصوبہ میں یہی مذہبی پہلو سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس باب میں یہی مقصد ظاہر کرنا ہے کہ یہ پہلو اس منصوبے میں کس طرح مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور مذہب کی یہی مرکزی اہمیت مسلمین اور تمام انسانیت کے لئے کس قدر عظمتوں کی حامل ہے۔

امام احمد رضا نے خود فرمایا ہے کہ اس منصوبہ کا مرکزی اور اہم ترین اصول اسلام میں حقیقی عقیدہ اور کامل یقین رکھنا ہے ہمارے اگلوں نے مذہب کو اولیت دینے کی وجہ سے وقار و کامرانی حاصل کی تھی اور آج ہمارے زوال کا سبب اسی مذہب اسلام سے بے زاری و دوری ہے یہ دین ہی تھا جس نے مسلمانوں کو قابل تعریف اور لائق حکومت بنادیا تھا لہٰذا یہی مذہب سے وابستگی کا چوتھا نکتہ امام رضا کے منصوبہ میں سب سے اہم تھا۔ جو حقیقتاً علم دین اور سنت کی ترویج و اشاعت اور ان کی تجدید تھی۔ دین اور دین داروں کو بے وقوف سمجھ کر ان کی تضحیک، غیر اسلامی تہذیب کو اپنا کر کفری سماج سے رغبت ہی مسلمانوں کے زوال کا سبب تھا۔ یہ مذہب ہی تھا جس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی وجہ سے مسلمان حقیقی معنی میں پھر

سے عظمتوں کے حامل ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کے سوا کوئی اور طاقت اور مضبوطی نہیں تھی۔اس کے علاوہ دوسرا ہر متبادل صرف غربت،رسوائی اور جہالت میں ڈوب جانا تھا۔

امام احمد رضا کے منصوبہ کا اصل مقصد سیاسی یا سماجی سے زیادہ مذہبی تھا اور یہ تجدید اسلام تھی۔اور اس منصوبہ میں بنیاد پرستی یا مذہبی انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہ تھی ۔اس منصوبہ کا مقصد مسلمانوں کے ان مسائل کے حل کی تدبیر تھا جن سے مسلمان دوچار تھے۔لیکن مقصد محض دنیوی نہیں تھا بلکہ مذہبی تھا مذہب اس منصوبے میں محض حادثاتی نہیں تھا بلکہ اس کا مرکزی پہلو تھا امام احمد رضا کے لئے اسلام صرف ایک نسلی پہچان یا فرقہ وارانہ قومیت نہیں تھا بلکہ ایک دین تھا اور مقصد تھا اس منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے مسلم کمیونٹی کی تعمیرِ نو ،اور یہی تھا اسلام کی تجدید اور اس کا مکمل قیام نو، مسلمان بدنصیب جماعت نہیں تھے جنھیں اپنے مسائل سے گلوخلاصی کی ضرورت تھی یہ وہ لوگ تھے جو ایک حقیقی الہٰ اور خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے کمیونٹی کی تعمیر کر سکتے تھے اور اس طرح اسلام کی تعمیر نو کر سکتے تھے اس منصوبہ پر عمل درآمد کا خاص وسیلہ مذہب تھا اور یہی اس منصوبے پر عمل درآمد کا خاص مقصد تھا۔ہر طرح سے مذہب ہی کو اس منصوبہ میں اولیت حاصل تھی۔

اگر ہم اس چار نکاتی پروگرام کے مختلف اجزاء پر مذہب کے رول پر غور کریں اور بحالی ملّتِ مسلمہ کی حکمتِ عملی پر توجہ دیں تو دیکھ سکتے ہیں کہ اس منصوبہ میں مذہب کس طرح مرکزیت کا حامل ہے ہر طرح سے مذہب ہی اس منصوبہ کا مرکزی کردار ہے۔

اس منصوبہ کا پہلا حصہ مثلاً علماء و مشائخ کی قیادت والی مسلمانوں کی سیاسی آزادی تھا ۔لیکن بلاشبہ مذہب پر پابندی اور حیات کے مذہبی نقطہ نظر کے بغیر علما و اور مشائخ کی رہنمائی کبھی نہ کر سکتے تھے اگر مقصد صرف فرقہ واریت پر مبنی ہوتا تو سیاست دان اور صحافی بھی قائد ہو سکتے تھے۔اس طرح مذہب ہی کلید ہے۔

منصوبہ کا دوسرا حصہ معاشی تھا یعنی مسلمانوں کو آپس میں خرید و فروخت کے کاروبار اور آزاد مسلم اسلامی بینکاری نظام کے ساتھ خود مختار مسلم معیشت کا نشوونما جب یہ خود مختار معیشت پروان چڑھ گئی ہوتی تبھی مسلمان اس سے بڑا فائدہ حاصل کر سکتے تھے لیکن اس سے قبل کہ یہ پروان چڑھتا مسلمانوں کو تجارت اور بینکنگ میں مسلمانوں ہی کو ترجیح دینی چاہیے تھی ۔جس کا مقصد مسلموں کی ارادی طور اولیت دینا ہوتا ! مذہب اس طرح یہاں بھی کلید ہے۔

اس منصوبہ کے معاشی پہلو کا ایک بڑا حصہ اچھے کاروبار کا فروغ تھا۔ یعنی امام احمد رضا کے مطابق بہتر اسلامی تجارت جو مذہبی اصولوں اور شریعت پر مبنی ہو ۔یعنی اسلامی بینکنگ کے قیام میں شریعت کو اولیت دینا۔گویا کہ دیانتدارانہ سوداگری اور بے جا رقم کی بربادی اور فضول خرچی سے اجتناب۔

اور معاشی اور سماجی امور میں معاملات اور جھگڑوں کی علماء و مشائخ کے ذریعہ فیصل کرانا اور تمام کاروباری فروخت و اقرار وغیرہ کا شریعت مطہرہ کی نگرانی میں برتاؤ۔ یہاں بھی مذہب ہی بنیادی کلید ہے۔

محض معاشی فروغ خالصتاً سیکولر بھی ہوسکتا تھا مگر امام احمد رضا کے نظریہ کا معاشی فروغ مذہب اسلام وشریعت اور علماء ومشائخ سے زبردست اور گہری وابستگی کا طالب تھا۔مذہب اس طرح یہاں بھی بنیادی کلید ہے۔

پورے منصوبہ کا مقصد تھا کمیونٹی کی ترقی اور فروغ اور یہاں ہر صورت میں مذہب بنیادی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔اسلام کے ارکانِ خمسہ بذاتِ خود مقامی اور بین الاقوامی طور پر کمیونٹی کی تشکیل کرتے ہیں مساجد جہاں روزانہ پانچ وقت نماز ادا کی جاتی ہے ، وہاں مسلمان آپس میں ملتے جلتے ہیں اور یہ ان کے مابین بھائی چارہ کی تعمیر کرتی ہے۔مساجد مسلمانوں کی تنہائی اور علیحدگی کو مٹاتی ہیں۔مقامی مسلمان روزانہ کئی بار ملاقات کرتے ہیں۔مسجد اور اس میں جاری مکتب بچوں کو خاص طور سے کمیونٹی میں شمولیت دیتے ہیں۔ ہر رات مسلمانوں کا اجتماع رمضان میں قوم کے لئے ایک خاص جوش کا وقت ہوتا ہے عیدین بھی پوری کمیونٹی کو ایک وقت میں ایک مقام پر لاکر کھڑا کر دیتی ہیں۔حج بین الاقوامی مسلم برادری کی تعمیر کرتا ہے اور مسلمانوں کو ایک امت ہونے کا شعور عطا کرتا ہے۔زکوٰۃ کمیونٹی کے ناداروں کی مالی امداد کے ذریعہ پوری قوم کو اتحاد کی ڈوری میں باندھتی ہے۔ بہت سے گمراہ مسلمان ان ارکان خمسہ کو محض مذہبی ہی کہتے ہیں۔لیکن حقیقتاً اسلامی اور مسلمان قومیت کی تشکیل میں ان ارکانِ خمسہ سے زیادہ کوئی اور چیز کارگر نہیں۔

اور سلاسلِ طریقت بہت ہی قوی انداز میں قومیت کی تشکیل کرتے ہیں۔طریقت اسلام کا ایک اہم روحانی اور معاشرتی ادارہ ہے اور تاریخ

شاہد ہے کہ اس نے اسکولوں ،ہسپتالوں،نوجوانوں کی انجمنوں اور خیراتی اداروں کے ذریعے قوم مسلم کی تعمیر اور فروغ میں اہم کردار نبھایا ہے۔طریقت میں ذکر کی محافل ٹھیک اسی طرح قوم کے اتحاد کا فرض سرانجام دیتی ہیں۔جس طرح مساجد ،پیرانِ طریقت سلسلہ کے پیر بھائیوں اور پیر بہنوں کو پوری دنیا میں ایک دوسرے کے اتحاد کے بندھن میں باندھ دیتے ہیں۔

اسلامی سنتیں بھی قوم کے اتحاد کا کام کرتی ہیں۔سلام و مصافحہ کسی اور شے سے زیادہ قومی اتحاد میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔شادی سے لیکر تدفین تک کی تمامی مذہبی امور طاقتور سے طاقتور کمیونٹی کی تشکیل کرتے ہیں۔

ایک سیکولر مزاج شخص کی بحث کے مطابق مسلمان صرف نسلی پہچان کی بنیاد پر قومیت کی تشکیل کر سکتے تھے۔اور آپسی مفاد اور عام شعور کی بنیاد پر سماجی اور معاشی فروغ کو کامیاب بنا سکتے تھے۔اس کا جواب آسان ہے کہ سیکولر و بے دین صرف نسلی پہچان کی بنیاد پر فروغ قومیت کر سکتے تھے۔لیکن اسلام اس سے سو گنا بہتر یہ فریضہ انجام دیتا ہے۔مذہب کے ذریعے سے کمیونٹی کا سیاسی اور سماجی فروغ سب سے زیادہ بہتر ہے اور لوگ جتنے زیادہ دین دار ہوں گے قوم اتنی ہی مستحکم ہوگی۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا مسلمانوں ،شریعتِ مطہرہ ۔دینی اداروں ، عالموں اور پیروں نیز نبی کونین ﷺ سے گہری وابستگی اور محبت ہی اس منصوبہ کو چلانے اور کامیاب بنانے کی بنیادی کلید ہے اور یہ محبت کے جذبے صرف مذہب سے ہی پیدا ہونگے ۔

اب ہم اس منصوبہ امام احمد رضا کے اہم ترین خدوخال کی طرف

آتے ہیں بہت سے سیکولر سوچتے ہیں کہ مذہب ،سیاسی، سماجی،اور معاشی زندگی کا دشمن ہے اور اس کا تعلق صرف عبادات اور اخروی زندگی سے ہے۔ یہ موجودہ زندگی اور عملی سرگرمیوں کو نظر انداز کرتا ہے'' لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کے منصوبہ کے مطابق لوگ کس قدر دیندار ہونگے ان کی سیاسی ،سماجی اور معاشی شعبہ ہائے زندگی اسی قدر کامیاب ہوگی ۔مذہبیت منصوبہ رضا کا صرف ایک جزو نہیں بلکہ کامیابی کی بنیادی کلید ہے۔''

اور یہی سبب تھا کہ ہندی مسلمان ابتر حالت میں تھے اور ان کی تضحیک ہو رہی تھی۔عہد امام احمد رضا میں لوگ مذہب کو پسِ پشت ڈال کر کفّار کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔قوم اس کی معیشت اور اس کا سیاسی ڈھانچہ گرا پڑا تھا اور وہ کنگالی کی حالت میں تھے ۔مذہب کے سوا اور کوئی چیز انھیں بحالی نہیں عطا کرسکتی تھی نہ ہی انھیں متحد رکھ سکتی تھی ان کی کوئی آزاد اور خودمختار تہذیب یا قیادت نہیں تھی نہ ہی قیادت کا مقصد اور شعور تھا۔

اکثر لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسلم قوم کے مسائل کا جواب صرف اسلام کے پاس ہے وہ قطعاً درست ہیں ۔لیکن اس مسئلہ میں ہماری پالیسی بالکل واضح ہونی چاہیے کہ'' اسلام بے شک اس کا جواب ہے اگر وہ امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء کے منصوبہ کا حصہ ہے۔'' صرف اور صرف اسلام ہی اس کا جواب ہوسکتا ہے اس کی اساس ہے اصل عقیدہ و ایمان ورنہ نتیجہ غربت ، جہالت اور رسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اس منصوبہ میں مذہب متعدد طریقوں سے اعانت کرتا ہے ۔عصر جدید کے تقاضے بڑے سخت ہیں اور ان پر صرف اسلامی تہذیب کے فروغ

سے ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔اگر علماء اور مشائخ ،احترام کے لائق سمجھے جاتے ،انھیں بلند منصب دیا جاتا تو وہ خود تعلیم اور ذہانت کے فروغ سے دنیوی مسائل سے مقابلہ کرتے ایک عالم کو آج کی گڑبڑی میں بے پایاں ذہانت کا پیکر ہونا چاہیے۔

مسلمانوں کو صرف جوش وعقیدہ ہی تمام خوفناک مغرب زدگی اور مغربی تہذیب سے محفوظ رکھ سکتا ہے یہ بیہودہ اور تباہ کن تہذیب اپنے پیروؤں کو برباد کردیتی ہے ،خاص طور سے نوجوانون کو منشیات کی بری لت اور آوارگی سے صرف دل میں چمکنے والی اسلامی عقیدہ کی روشنی ہی اس آفت مغرب زدگی سے بچا سکتی ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی آزادی بھی اس جوش وعقیدہ پر منحصر ہے ۔ روحانی آزادی بہرحال حقیقی آزادی ہے ۔مذہب مسلمانوں کو خود اعتمادی عطا کرتا ہے ایک طاقت ور سیکولر حکومت سے مقابلہ کرنے کا اور اسے نظر انداز کرنے کی صلاحیت بھی عطا کرتا ہے۔سیکولر اسٹیٹ سے مقابلہ آرائی کے لئے اعتماد کے ساتھ ساتھ ایسے قائدین بھی چاہیں جو زبردست رسوخ اورعوامی حمایت کے حامل ہوں مذہب قائد کو زبردست طاقت اور اختیار عطا کرتا ہے کہ وہ گونمنٹ کو اپنے سامنے جھکا سکے۔ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کس طرح خلفاء پرغالب ہونے کے لائق ہوئے تھے۔لائق علماء اور مشائخ کومسلمانوں کی سیاسی آزادی دلانے کے لئے بے پایاں ذہانت اور رسوخ کا مالک ہونا چاہیے۔

اور سیاست کی ابتدا لاکھوں عوام کی تنظیم سے ہوتی ہے اور ان

لاکھوں میں مذہب تنہا مسلمانوں کو تحریک دے سکتا ہے۔آج برطانیہ یا دنیا
کے کسی حصہ میں صرف ایک سچا مذہبی اور فاضل عالم دین مسلمانوں کے لئے
بیباکی سے حکومت کے سامنے بول سکتا ہے کہ جس طرح سے بیباکی کا اظہار
ایک معمولی سیاسی شخص امید بھی نہیں کرسکتا۔آج کی جدید دنیا میں بیشتر قومیں
اپنے اتحاد و یک جہتی کے معاملے میں صرف حکومتی اور قومی نظریات پر اعتماد
کرتی ہیں اور صرف مذہب ہی اس طرح کے آورشوں کو چیلنج کرسکتا ہے سختی اور
کفایت کے ساتھ اور ان نظریات سے آزادی حاصل کرنے کی بنیاد فراہم کرتا
ہے۔

مسلمانوں کے لئے حقیقتاً اللہ کی طاقت کے سوا کوئی طاقت نہیں ۱۹۱۲ء
کا منصوبہ سچ میں اسلام کی تجدید ہے مسلم قوم کی توسیع و ترقی کے لئے مذہب
ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔اگر مذہب کی روشنی چمکتی ہے تو یہ ان لوگوں
کو اپنی قوم میں واپس لائے گا جو اپنا مذہبی عقیدہ کھو چکے ہیں اور پہلے کبھی
مذہبی نہیں تھے۔ برطانیہ میں اسلام اکثریت کے مذہب کی حیثیت سے تبھی
آسکتا ہے جب ان کی زندگیوں سے ایمان کا نور چمکے گا۔مذہب ہی وہ
مضبوط قلعہ ہے جو مسلمان کو آج کے بھیانک معاشرہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔
۱۹۱۲ء کا منصوبہ اہم ترین پروگرام ہے اور مذہب اسکا اہم ترین
جزو ہے اگر مسلمان مذہبی ہونگے تو وہ آزاد اور خودمختار ہو جائیں گے جب
تک وہ مذہب کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھامتے سچ میں آزادی میسر نہیں
آسکتی۔آج مغرب کی طرف توجہ اور مغرب زدگی ۱۹۱۲ء منصوبہ میں عمل
درآمد کے لئے خاص مسئلہ بنا ہوا ہے۔یقیناً مسلمان جب یہ دیکھتے ہیں کہ

وہ مغرب میں خوش آمدید نہیں کہے جاتے۔لیکن اگر اس منصوبہ میں مذہب کو اولیت دی جاتی ہے تو کوئی طاقت اس کی مزاحمت میں کامیاب نہیں ہوسکتی سیاست اور معیشت پر انحصار مسلمانوں کی سخت غلطی ہے جبکہ اصل طاقت اسلام خود ہے امام احمد رضا کے مطابق مذہب کو اولیت دینے سے ہی سیاسی معاشی اور معاشرتی بحالی ممکن ہے۔

مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں انھیں صرف اسلام ہی حل کرے گا ان کے اعتماد ،شعوراور احساس کمتری ،تعصب سے مقابلہ آرائی کا اکیلا پن ،فیملی اور قوم کی سقیم حالت ،حقیقی بین الاقوامی بھائی چارے کی کمی وغیرہ سب کوصرف اسلام ہی ختم کرسکتا ہے۔بشرطیکہ مسلمان اسلام کی طرف رجوع کریں اور ۱۹۱۲ء کے منصوبہ پرعمل پیرا ہوں۔

لیکن اس منصوبہ کا مقصد صرف دنیوی کامیابی نہیں ہے ۔مقصد ہے پوری اسلامی زندگی کو اس کی تمام تر حسرتوں اور لوازمات کے ساتھ واپس لانا ۔یعنی مقصد ہے سچی قومی زندگی جینے کا ۔جہاں طریقت پروان چڑھے ۔جمعہ اور عیدین مل جل کر ادا کئے جائیں رمضان میں مل جل کر روزے رکھیں۔عید میلاد النبی ﷺ کے صوفیاء اور علماء کی قیادت میں جلوس نکالے جائیں رزقِ حلال ،کاروبار زیست اور صحیح اسلامی اداروں کو شریعت کی رو سے چلایا جائے۔صرف اس طرح کی قوم کامیاب ہوسکتی ہے اور روشنی کی طرح چمکے گی اور یہ صحیح معنوں میں اس زمین پر خدائی معاشرہ ہوگا نسل اور گروہی عصبیتیں ختم ہوجائیں گی۔

۱۹۱۲ء کا منصوبہ جیسا کہ ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں اپنے مرکزی حصہ

کے ساتھ عوامی مذہبی تحریک کا متقاضی ہے ۔لیکن عام طور سے اس وقت اسلامی کہی جانے والی تحریکوں سے جداگانہ ہوگی۔ یہ وہ مذہبی تحریکیں ہیں جو کمونزم ،فسطائیت سے قسط وارنقل کی گئی تحریک ہے جس میں مذہب بعد میں ہے۔ان کی تحریکوں میں سیاسی ایجی ٹیشن اہم ہے اور خصوصاً ان تحریکوں میں جسے اسلامی سیاسی پارٹیاں چلاتی ہیں ۔اس میں صرف چند پارٹی ممبران اور لیڈران ہی کا کام ہوتا ہے۔

۱۹۱۲ء کا منصوبہ ان سب سے بالا پوری مسلم قوم کی ایک خالص مذہبی تحریک ہے لہذا یہ ہر فرد کی تحریک ہے ۔ یہ علماء، جہلاء، عوام وخواص، بالغ ،عورت ،مرد ،امیر وغریب ہر ایک کی تحریک ہے ۔اور ان میں سے ہر ایک کی مذہبی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔لوگ صرف اسی وقت زیادہ سے زیادہ مذہبی اور اسلامی ہو سکتے ہیں ۔جب وہ اس منصوبہ کی لازمی متقاضی سیاسی، معاشی اور سماجی سرگرمی پر عمل پیرا ہو تے ہیں ۔وہ اسے چلانے کے لئے مذہبی بن کر سامنے آئیں گے۔مثال کے طور پر اگر ایک خاندان مذہبی ہو جاتا ہے تو وہ مسجد جانے کے لئے اور حلال کھانے وغیرہ کے لئے قوم کے قریب ہی رہنے کی ضرورت محسوس کرے گا۔یا اگر وہ تاجر ہے اور مذہبی بن جاتا ہے۔تو اپنے کاروباری معاملات میں شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس کرے گا یا ایک بچہ مذہبی بننے کے لئے خود کی زندگی کو تعلیم دین کے حصول کے لئے وقف کردے گا۔

اس مقصد کے تحت کوئی بھی آج سے یا ابھی سے اس منصوبہ پر عمل درآمد کر سکتا ہے اسلام اس انقلاب کے بعد کی چیز نہیں بلکہ یہ اسلام ہے

جس کے ذریعے جلد سے جلد بہتر نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔آج ایک مسلمان خاتون مسلم دوکاندار سے سودا خریدنے کا فیصلہ کر کے زیادہ مذہبی بن سکتی ہے۔کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جس کی وہ پیروی کرتی ہے اور جو یہ سکھاتا ہے کہ مسلمین و مسلمات اس کے بھائی بہن ہیں۔

''مذہب پہلے آتا ہے پھر کوئی بھی شے بغیر کوشش کے اس کی پیروی خود بخود کرتی ہے'' امام احمد رضا نے اپنی پوری زندگی تحفظ اسلام اور مسلم قوم کی خاطر صرف کی اور انھوں نے ۱۴ صد سالہ قدیم سنتوں کا سیکولرسٹ اور گمراہ مسلمانوں کے حملوں سے تحفظ کیا۔اگر ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ مذہب اور مذہبی زندگی کے کیا معنی ہیں ؟ تو ہمیں امام کی زندگی اور ان کے کارناموں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور ہم اپنے سوال کا جواب پالیں گے۔اپنے عہد میں امام احمد رضا نے دہریت ،کمیونزم اور سائنس کے حملوں سے محفوظ رکھ کر اصل اسلام پیش کیا۔ کچھ لوگ امام احمد رضا کے نظریات سے یہ بحث کر سکتے ہیں کہ اصل اسلام کیا تھا ؟ اور بلاشبہ آج کے عہد میں مذہب کو اس قدر اہمیت اور مرکزیت کوئی نہیں دے سکتا جس طرح امام احمد رضا نے دی۔

امام احمد رضا کے منصوبہ میں اسے چلانے کے لئے دوطرفہ طور پر مذہب ہی مرکز ہے۔اور یہی اس منصوبہ کا مقصد ہے کسی نے مذہب کو اس طرح کا منصب و مرتبہ نہیں بخشا جیسا کہ امام احمد رضا نے۔سیکولرسٹوں نے مذہب سے اس حد تک نجات حاصل کر لی جس حد تک وہ نجات حاصل

کر سکتے تھے ۔ کچھ نے کمیونسٹوں کی طرح لے دے کر اسے مٹا ڈالنے ہی کی
کوشش کی ۔ کچھ نے اسے '' خالصتاً مذہبی معاملہ'' میں گھٹانے کی سعی کی ۔
سرسید احمد خاں گمراہ جیسے مسلمانوں نے ان سیکولرسٹوں کی پوری پوری
پیروی کی اور اسلام سے بحیثیت مسلمان چھٹکارا پانے کی خواہش کی اور
مغربی تہذیب کو اپنایا۔اور اسی طرح ان جیسے لوگوں نے مذہب کو زندگی کے
دیگر اموز سے دور کرنے کا اصرار کیا۔تبلیغی جماعت جیسے لوگ خود کو بہت ہی
مذہبی ظاہر کرتے ہیں لیکن مذہب انکے لئے ایک ذاتی شے ہے ۔اور نماز
روزہ ان کے آگے کچھ بھی نہیں ان کا مقصد مسلم قومیت والی زندگی کو چھوڑ
کر جنرل سوسائٹی میں شمولیت اختیار کرنا ہے ۔ بہت سے مسلم فرقے ظاہراً
بہت مذہبی دکھائی پڑتے ہیں لیکن ان کا مقصد خود کو مسلم قوم سے دور ایک
علیحدہ فرقہ کی حیثیت سے رہنا ہے ۔ کیونکہ وہ بہت تنگ نظر ہیں وہ اس دنیا
میں اسلام اور مسلمانوں کو ایک جگہ نہیں دے سکتے ان کا مذہب ایک نجی
معاملہ ہے جسے وہ ایک کلب کی طرح جیسا کہ انکا فرقہ ہے چلاتے ہیں۔

آج چند مسلمان جو اسلامی انقلاب لانا چاہتے ہیں اور اسلامی
حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مسلمانوں سے ان کی حمایت کی خاطر
زبردست مذہبی اپیل کرتے ہیں لیکن وہ اکثر مسلمانوں کی زندگی سے مذہب
کو نکال دینا چاہتے ہیں ۔ دین کے پانچ ستونوں کو پسند نہیں کرتے اور ان
مسلمانوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں جو نماز پڑھتے اور دیگر ارکانِ دین ادا
کرتے ہیں ۔وہ مسلمانوں کو مذہب چھوڑ کر سیاست کی طرف موڑنا چاہتے

ہیں ۔ اور ان کا مقصد ہے مسلمانوں کو اپنی پارٹی کا ممبر بنانا۔اور پارٹی کے لئے کام لینا جو دراصل لینن کی پارٹی کے طرز پر بنائی گئی ہے اس حالت میں ایک مسلمان روزہ نماز کے بجائے پوسٹر چپکا رہا ہوگا اور گھوم گھوم کر نعرے لگا رہا ہوگا دراصل ان کا منصوبہ مکمل مذہبی زندگی نہیں ہے ۔اگر وہ اپنے پلان میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو پورے ملک کی آبادی کو فیکٹریوں اور فارموں میں کام کرنے اور فوج میں جنگ کرنے کے لئے اسی طرح مامور کردیا جائے گا ۔جس طرح اسٹالن نے روسیوں کو مشینی انداز میں یہ امور انجام دینے کے لئے بیل کی طرح جوت دیا جاتا تھا ۔اب مذہب کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی اور نہ ہی ذکروفکر اور طریقت کے لئے کوئی جگہ ہوگی ۔ لہٰذا ان اسلامی نما جماعتوں کے پیروؤں کے لئے ایک نعرہ ہوگا اور زندگی میں مذہب کا کوئی مقام نہ ہوگا۔

آج اس طرح کی مسلم نما سیاسی جماعتیں ہیں جو مسلمانوں سے ووٹ کی اپیل کرتی ہیں اور انھیں صرف رائے دہندگان کی جماعت بنانا چاہتی ہیں جو انھیں ووٹ دیں اور ان کی حمایت کریں تاکہ وہ ممبر پارلیمنٹ اور صاحب اختیار و اقتدار بن جائیں۔وہ مسلمانوں کو مذہبی نہیں بنانا چاہتے ہیں وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان صرف اس سے باخبر رہیں کہ وہ کون ہیں؟ اسلام ان کے لئے صرف ایک نسلی پہچان اور فرقہ وارانہ قومیت ہے اور بس! مسلمان جب تک الیکشن کے مواقع پر انھیں ووٹ دیتے ہیں انھیں اسکی ہرگز پرواہ نہیں ہوتی کہ مسلمان شریعت پر عمل پیرا ہیں یا کسی بھی طرح

سے مذہبی ہیں کہ نہیں؟

لیکن دوسری جانب ۱۹۱۲ء کا منصوبہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مذہبی بنانے کے لئے امید افزا ہے۔ اگر علماء و مشائخ کی قیادت والا مسلم جزیرہ پروان چڑھتا ہے پوری تہذیبی خود مختاری کے ساتھ تو لوگ زیادہ مذہبی ہو جائینگے۔ مذہبی لیڈر ہونگے۔ سیاسی و معاشی زندگی مذہب سے مرتکز ہوگی اور مذہب دن بدن نکھرتا جائے گا جو کسی نجی طرح کی چیز یا محض نیشنلزم نہ ہو بلکہ صحیح معنوں میں اسلام ہوگا۔ اصفیاء اور تصوف لوگوں میں روحانیت اور پاکیزگی بھر دیں گے۔

اگر ۱۹۱۲ء کا منصوبہ عمل میں لایا جاتا تو مسلمان کی زندگی اور مذہب ایک ہوتے۔ اسلام کی حقیقی تجدید ہوتی اور ایک سچے مذہب کے ساتھ زندگی پوری طرح مذہبی اجتماعیت کے ساتھ بسر کی جاتی۔

یہ قوم مسلم کس طرح روشن اور منور ہوتی اگر مسلمان صرف دولت مند اور با اختیار ہوتے۔ وہ آج اسی طرح سے نفرت و عداوت کے شکار ہوتے۔ جس طرح امریکہ میں یہودی ہیں۔ لیکن اگر مسلمان صحیح معنی میں مذہبی ہوتے، انکا معاشرہ مذہبی ہوتا تو وہ اپنے مذہب کی خوشحالی کے سبب اسی طرح سراہے جاتے جس طرح آج متحدہ ریاست ہائے امریکہ اپنی دولت اور آزادی کے لئے سراہا جاتا ہے۔

اور یہ منصوبہ امام احمد رضا اس جدید دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک عجیب و غریب عطیہ تھے۔ وہ کس قدر بے پایاں ذہین تھے۔ گزشتہ دو

صدیوں میں مذہب مرسا گیا تھا۔ بہت سے لوگ دہریے ہوگئے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ المیہ یہ ہے کہ کچھ مسلمان اپنے مذہب پر مکمل عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیوی زندگی میں مذہب کو برتتے ہیں۔ عام طور سے مذہب کو دہریت اور سیکولرزم کے نظریات اور رویوں کی چھوت لگ گئی

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
1.	The Holy Quran (Translation in English)	By Imam Ahmad Raza Khan	£13.99
2.	The Supreme Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
3.	Al-Mawlud-un-Nabwiyyah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
4.	Bay'at And Khalafah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
5.	Sufism in Perspective	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
6.	Parents Obligations to Children	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
7.	The Path to Muslim Recovery	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
8.	The Essentials of the Islamic Faith	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
9.	Forty Hadiths on the Intercession of the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
10.	Iman And Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
11.	The Importance of the Relics in Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
12.	Islamic Concept of Knowledge	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
13.	Penalty for Insulting the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
14.	Salam on the Holy Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
15.	The Necessity of Zakat	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
16.	The Importance of Muslim Charity (Sadaqat)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
17.	The Qadianis are Kafir	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
18.	The Islamic Concept of Tawheed and Risalat	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
19.	Childrens Obligation to Parents	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
20.	Western Science Defeated by Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£6.75
21.	Religious Poetry (Hadaiq-e-Bakhshish)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
22.	The Peaceful Way	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
23.	Ilm-e-Ghaib for the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.75
24.	Hasam-al-Haramain (Sword of the Two Holy Places)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
25.	A Journey of Faith Time (To MakkahAnd Madinah)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
26.	Creation of the Angels	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.25
27.	Divine Vision of the Holy Prophet and the Miraj Journey	By Imam Ahmad Raza Khan	£4.50
28.	True Islamic Concept of the Caliph and Caliphate	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
29.	Hayat-al-Amwat (The Life of the Dead)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
30.	Can We Ask for Help from other than Allah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
31.	Islam And the Paper Currency Notes	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
32.	The Compilation of the Quran	By Imam Ahmad Raza Khan	£1.75
33.	Is It Lawful to do Azan at the Graveside	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
34.	Basic Islamic Beliefs	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
35.	Were There Wahabiyya During the Time of the Holy Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
36.	Noor and Shadow (One)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
37.	Noor and Shadow (Two)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
38.	Does the Soul Return	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
39.	Ya Rasool Allah	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
40.	The Noor of the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
41.	Caliphate of Abu Bakr And Ali	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
42.	Refutation of Rawafiz (Shias)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
43.	Iman of the Prophet's Parents	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
44.	Islamic Decree on Heretic Groups	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
45.	Fatwa-al-Haramim	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.25
46.	Search for the Truth (Part 1)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
47.	Search for the Truth (Part 2)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00

Raza Academy
138 Northgate Rd. Edgeley, Stockport, SK3 9NL, UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
48.	Search for the Truth (Part 3)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
49.	Search for the Truth (Part 4)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
50.	Search for the Truth (Part 5)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
51.	Question and Answer	By Imam Ahmad Raza Khan	£4.50
52.	Eid Milad-un-Nabi	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
53.	Islam and the Limits of Science	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
54.	The Holy Quran: Final Message for Humanity	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
55.	The world Importance of Imam Ahmad Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
56.	Ghausul Azam Shaikh Abdul Qadir Jilani	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
57.	Islam And the Rule of the Allah Alone	By Dr. Muhammad Haroon	£3.99
58.	Islam And Punishment	By Dr. Muhammad Haroon	£3.99
59.	A Warning to Muslims About Hizbul Tahrir And al-Muhajeroon	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
60.	Why I Accepted Islam (The best introduction to Islamic faith and politics)	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
61.	Islam And Women	By Dr. Muhammad Haroon	£2.75
62.	Islam And Alcohol	By Dr. Muhammad Haroon	£1.50
63.	Modern Islamic Education And Imam Ahmad Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£2.99
64.	The Social Structure of Islam	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
65.	Surah Yasin with Commentary in English	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
66.	The Islamic Concept of State	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
67.	The Reform Policy of Imam Ahmad Raza Khan	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
68.	The Roots of Islamic Fundamentalism	By Dr. Muhammad Haroon	£2.50
69.	Islamic Modernism And Fundamentalism	By Dr. Muhammad Haroon	£2.99
70.	A Warning to Muslim About Qadianis	By Dr. Muhammad Haroon	£2.50
71.	The Sinlessness of the Holy Prophet	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
72.	The Importence of 1912 Programme of Imam Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£3.50
73.	Light for the Worlds (Illustrated for the Children)	By Omar Mir	£3.75
74.	The Prophet for Mankind	By Prof. G.D.Qureshi	£3.00
75.	Belief And Islam	By Mawlana Khalid	£3.00
76.	Sufi Struggle And Imam Raza	By Prof. A.Hamid	£2.00
77.	Milad-un-Nabi And Arab Ulama	By Muhammad Faruque	£2.00
78.	Miracles of the Holy Prophet	By Dr. Z.F Ilyas	£1.50
79.	Islam For Children	By M.I Kashmiri	£2.00
80.	What is Defination of Bid'at in Islam	By Mufti Ahmad Yar Khan	£2.00
81.	The Reviver of Islam	By Muhammad Khetab	£2.00
82.	Sunni Movement in British India And Imam Raza	By Prof. Allahbakhsh	£5.00
83.	Virtues of the Islamic Months	By Dr. Z.F Ilyas	£2.50
84.	Sunni Path	By Ahmad Pasha	£3.00
85.	The Great Helper (Illustrated Childrens Book)	By Omar Mir	£3.00
86.	The Political, Social and Economic Strategy of Imam Raza	By Prof. A.Hamid	£2.00
87.	Should Muslim Celebrate the Holy Prophet's Birthday	By M. Afaq Kayani	£2.00
88.	The Hazar-o-Nazar Prophet	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£3.99
89.	Atribute to Imam Ahmad Raza Khan by A Convert	By Amina Baraka	£4.99
90.	Imam Ahmad Raza And British Converts to Islam	By Ahmad Y.Andrews	£2.00
91.	Confessions of a British Spy	By Siddiq Gumus	£3.99
92.	Imam Ahmad Ahmad Khan, Life And Work	By Dr. Abdul Naim Azizi	£3.50
93.	Modern Islamic Education And Imam Ahamad Raza	By Prof. A.Hameed	£2.99

Raza Academy
138 Northgate Rd. Edgeley. Stockport. SK3 9NL. UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
94.	Imam Raza, his Maslak and Raza Academy, UK	By Dr. Abdul Naim Azizi	£2.00
95.	Salah (Prayers And Namaz book For whole family)	By Dr. Ahmad Ali	£3.99
96.	Islamic Mannars And Morals	By Muhammad Anwar	£3.99
97.	Hazrat Khawajah Garib Nawaz	By Dr. Moinuddin Kapadia	£3.00
98.	Hazrat Nawshahi Ghanj Bakhsh Qadri	By Dr. Moinuddin Kapadia	£3.99
99.	Importance of Milad	By Imam Qastalani	£3.00
100.	The Milad of the Holy Pophet	By Imam Suyuti	£2.00
101.	Hazrat Imam Azam Abu Hanifa	By Prof. Dr. M Raza	£2.00
102.	Forty Hadiths Saying -La-Illaha-Illillah'	By Muhammad Ramzan	£3.00
103.	80 Hadiths on Unseen Knowledge of the Holy Prophet	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£2.00
104.	Suffism: The Essence of Islam	By Shaikh Hisham Kabani	£2.50
105.	The Signs of Day of Judgement	By Dr. M. Abdullah	£2.75
106.	The Rightly Guided Caliph	By Prof. M. Fiaz Ahmad	£3.00
107	A Refutation of Ihsan Illahi Zahir	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£2.00
108	The Holy Prophet is Noor	By Prof. Muhammad Khalid	£2.00
109.	The Holly Prophet's Birthday	By Dr. Isa al-Humayri	£2.00
110.	Imam Hussain And His Martyrdom	By Abdul Muhmood	£3.00

Raza Academy
138 Northgate Rd. Edgeley, Stockport, SK3 9NL, UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

نشانِ منزل

تجلیاتِ تعارف

مبلغ اسلام الحاج پیر محمد الیاس قادری کشمیری

مفکر اسلام ادیب ملت محمد منشاء تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مرید کے پاکستان

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ جسے اپنے انعام واکرام سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنا قرب اور محبت سے نواز دیتا ہے وہ یوں کہ اسے اپنے دین کی معرفت اور خدمت کے جذبہ صادقہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ تاریخ اسلام کا سرسری سا مطالعہ کیجئے تو واضح ہوگا کہ جن بندوں کو اوصافِ کمالیہ سے نوازا گیا ہے وہ تمام کے تمام تاحیات خادمِ دین متین رہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے عشق ومحبت کا عملاً یہی مظاہرہ ہے کہ تن، من، دھن، وطن کی قربانی سے اسلام کی نشرواشاعت کو انسان اپنا مشن بنائے۔ اس مقدس مشن میں ایسی لذت اور ایسا سرور ہے جو دنیا بھر کی کسی اور شئی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اس سے جو کیف ومستی طاری ہوتی ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں، یوں بھی اسے وہی جانے جو اس منزل کا راہی ہے۔

تاہم کاروانِ عشق کے ایسے ہی قافلہ سالاروں میں مبلّغ اسلام مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری نوشاہی کشمیری مدظلہ، کا نام نامی اسم گرامی بڑا واضح دکھائی دیتا ہے جن کی تبلیغی، تعمیری، اشاعتی سرگرمیاں تاریخ کا ایک روشن باب ہیں، دنیائے اسلام کے بیسیوں اہل قلم سے ان کے بڑے گہرے مراسم ہیں، موصوف بڑے مستعد، قابل اور نباض وقت ہیں۔

عشقِ حبیب کبریا ﷺ کی نعمت تو انہیں وراثتاً اپنے والدین کریمین سے حاصل ہے، اس لئے کہ ان کے والدین شریعتِ اسلامیہ پر جنون کی حد تک عمل پیرا تھے، شب زندہ دار، تہجد گزار والدین نے نہ جانے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اور اس کے محبوب، نبی کریم، رؤف رحیم ﷺ کی بارگاہِ

قدسیہ میں کس کس انداز سے التجائیں اور دعائیں کی تھیں کہ آج ان کا فرزند ارجمند دیارِ غیر میں ہوتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر اپنا نام اور پہچان رکھتا ہے۔

حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، کی مبارک زندگی نہ صرف عوام بلکہ خواص کے لئے بھی عملی نمونہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ علماء مشائخ اہل سنت اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین میں ایسا جذبہ بیدار کریں کہ پورے درد وسوز سے خدماتِ دینیہ میں منہمک ہوں، یہ بلند مرتبت شخصیات عملاً خلوصِ نیت سے تبلیغِ حق کے لئے قدم اٹھائیں تو اسلامی انقلاب کی مسدود راہیں وا ہو سکتی ہیں۔

عالمی سطح پر اہل سنت و جماعت میں جو جمود طاری ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اکابر ملت اپنے اپنے محدود دائرے میں مقید ہیں، اجتماعی کاوشیں نہ ہونے کے برابر ہیں، جو حضرات قیادت کے اہل ہیں اگر وہ وسعتِ قلبی سے کام لیں تو کافی حد تک جمود و تعطل کو توڑا جا سکتا ہے، سچی بات ہے ہم ہر شعبہ علم میں ترقی معکوس کا شکار ہیں، انفرادی طور پر جو کام ہو رہا ہے اسے مربوط کرنے کی اشد ضرورت ہے مگر اس کے لئے تو ایثار و قربانی، خلوص وللّٰہیت کا نسخہ ہی کارآمد ہو سکتا ہے۔ مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، حتی الامکان اسے استعمال فرما رہے ہیں۔

قارئین کرام! پیر صاحب موصوف کے تبلیغی، اصلاحی، فلاحی، تعمیری، تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی کارناموں کو روشناس کرانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے احوالِ زندگی کا ہلکا سا خلاصہ پیش کروں، جو ہر صاحبِ عظمت کے تعارف کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا ملاحظہ فرمایئے:

میرے ممدوح مولانا علامہ الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، آزاد کشمیر کے سب سے بڑے ضلع میرپور کے ایک مشہور قصبہ چھترو میں 23 ستمبر 1949 کو چوہدری گلاب دین مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے، جو اپنے علاقہ میں مشہور زمیندار تھے، ان کی زندگی دینی امور سے معمور تھی، صاحب ثروت ہونے کے باعث غرباء مساکین اور عام مسافر مہمانوں کی خدمت ان کا شعار تھا، انہوں نے گجر خان میں بھی اس دور کے تقاضوں کے مطابق ایک خوبصورت رہائش گاہ بنائی نیز تجارتی سطح پر تیل کا کارخانہ قائم فرمایا۔

چوہدری گلاب دین علمائے کرام اور اولیائے عظام سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے جب بھی کوئی بزرگ یا عالم ان کے گاؤں میں آتا تو یہ بصد مسرت ان کی میزبانی کا شرف حاصل کرتے نیز اپنے بچوں اور گاؤں کے بچے اور بچیوں کے لئے پیر صاحب کے والد ماجد نے از خود قرآن کریم اور شرعی مسائل کی تعلیم کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی، بے شمار بچے اور بچیوں نے ان سے قرآن کریم اور مسائل شرعیہ سیکھنے کی سعادت حاصل کی، مولانا قادری صاحب فرماتے ہیں ہم تمام بہن بھائیوں نے اپنے والد ماجد سے ہی قرآن کریم مع ترجمہ وتفسیر پڑھا۔

بیماری اور شفاء:

مولانا الموصوف سات، آٹھ سال کے تھے کہ "سوکڑے" کی بیماری میں مبتلا ہوگئے، سکول جانا چھوٹ گیا، بہت علاج ہوا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!

ان دِنوں آپ کے والدین گوجر خان رہائش پذیر تھے، موصوف کے والد ماجد چوہدری گلاب دین کو کسی دوست نے مشورہ دیا کہ بچے کو امام بری سرکار علیہ الرحمۃ پر لے جائیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے اسے صحت سے نوازے گا، چنانچہ آپ کے والد ماجد اٹھا کر وہاں پہنچے دل کی گہرائی اور بڑے درد وسوز سے اللہ تعالیٰ کے حضور، امام بری سرکار کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی اور آپ فوراً انہی لحات میں ہی صحت سے بہرہ مند ہوئے، اور پھر دوڑتے ہوئے گھر آئے چند دن گزرنے نہ پائے تھے کہ مکمل طور تندرستی کی نعمت سے شادکام ہوگئے اور ہم عمر ساتھیوں سے آپ کی طاقت بڑھ گئی اور پھر باقاعدگی سے میٹرک تک تعلیم کو جاری رکھا۔

حضرت پیر صاحب مدظلہ کے والدین آپ کو عالم دین بنانا چاہتے تھے گو آپ نے مروجہ دینی علوم وفنون کو باقاعدہ طور پر تو حاصل نہ کیا مگر خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے علوم دینیہ میں بھی خاصی حد تک کامیابی حاصل کی، آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور دماغی قوت اخذ قابل رشک ہے، اردو اور انگریزی زبان میں مہارت رکھتے ہیں، اور آپ نے کئی کتابوں کا اُردو اور انگریزی ترجمے کیے اور دوسروں سے بھی کروائے اور انہیں شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

برطانیہ جلوہ گری:

مکرم جناب الحاج پیر محمد الیاس قادری 1964 میں برطانیہ پہنچے، آپ فرماتے ہیں آج کے برطانیہ سے اس وقت کا برطانیہ مختلف تھا، اس دور میں مساجد نہ ہونے کے برابر تھیں، سب سے پہلی مسجد بریڈفورڈ میں حضرت الحاج پیر سید معروف حسین صاحب قادری نوشاہی دامت برکاتہم بانی انجمن تبلیغ الاسلام کی سرپرستی میں بنائی گئی جس کے بانیوں میں پیر صاحب موصوف کا نام بھی آتا ہے۔

شادی خانہ آبادی:

پیر محمد الیاس صاحب قادری جب برطانیہ گئے تھے ابھی مجرد زندگی بسر کر رہے تھے۔ 1969ء آپ کا وطن آنا ہوا، والدین کی خواہش کے مطابق اپنے ہی خاندان میں ایک نہایت عابدہ، صالحہ خاتون سے شادی ہوئی اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے نیک اور صالح اولاد کی نعمت سے نوازا ہے، بمع اہل وعیال آپ تادمِ تحریر سٹاکپورٹ (یوکے) برطانیہ میں بڑی مصروف زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بمع اہل وعیال اور احباء ورفقاء خوش وخرم رکھے۔ آمین

سعادتِ حج وزیارت:

سید عالم، نورمجسم، محسن اعظم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کی کسے تڑپ نہیں، ادنیٰ سے ادنیٰ حضور پرنور ﷺ کا نام لیوا کیوں نہ ہو، بظاہر اس کے ہاں وسائل موجود نہ ہو پھر بھی اس کا دل حاضری کے لئے ہر وقت تڑپتا رہتا ہے۔ اس کی ایک ہی آرزو انگڑائی لیتی رہتی ہے کہ سرکار ﷺ کرم فرمائیں اور اپنے گنبد خضریٰ کی زیارت کا شرف عطا کریں، اور پھر کرم بالائے کرم ہو کہ حج کعبہ کی دولتِ عظمیٰ بھی نصیب ہو جائے، راقم السطور بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یوں استغاثے پیش کرتا رہا ہے۔

زیارت روضۂ پر نور کی ہو حج کعبہ ہو
ہے بس یہ التجا اے سونے والے سبز گنبد کے

o

کبھی ہو طواف حرم مجھ کو حاصل

کبھی دیکھوں جا کر مزارِ مدینہ

o

میرا مسکن مدینہ ہو میرا مدفن مدینہ ہو
میرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ
یہ نظریں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رُخِ پر نور سے پردہ اُٹھا دو یارسول اللہ
یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دمِ آخر رخ زیبا دکھا دو یارسول اللہ

o

ہے یہ تابش قصوری غلام آپ کا، ذکر کرتا ہے یہ صبح و شام آپ کا
ہو مقدر میں اس کے بھی جام آپ کا مرحبا، مرحبا، مرحبا

رہے پیشِ نظر ہردم مرے روضہ محمد ﷺ کا
خدایا مجھ کو دکھلا دے کبھی جلوہ محمد ﷺ کا
نہ جنت کی مجھے حسرت نہ مال وزر کا طالب ہوں
الٰہی میرا منشا ہے دکھا چہرہ محمد ﷺ کا

چنانچہ میری معروضات کو باریابی کا شرف حاصل ہوا اور بار بار حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین کی خاک پاک کو سرمہ بنانے کی سعادت نصیب ہوئی، مگر بقول محب صادق، عاشق زار،

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت راصد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

o

مشرف گرچہ شد سہ بار تابش
ہے حسرت حاضری کی مثلِ جامی

بقول حضرت نسیم بستوی علیہ الرحمۃ:

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو
رخ مصطفیٰ کا خیال آ گیا ہے

چنانچہ ایسی ہی بے تابیوں کی مالا پروتے ہوئے میرے ممدوح مکرم جناب پیر محمد الیاس کشمیری مدظلہ، صاحب 1972ء میں عازمِ حرمین شریفین ہوئے اور حج وزیارت کی دولت حسنہ سے مالا مال ہوئے۔ اللہ رب العزت جل وعلیٰ کی رحمت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی نگاہِ کرم سے بار بار نوازے جا رہے ہیں، دعا ہے یہ سلسلہ تا حیات برقرار رہے۔ آمین

ورلڈ اسلامک مشن کا آغاز:

پیر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ 1972ء میں حج کے موقع پر ہی ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا قیام عمل میں آیا، یہ ایک عظیم منصوبہ تھا، چنانچہ حج وزیارت سے واپسی پر حضرت الحاج پیر سید معروف حسین قادری نوشاہی مدظلہ، کی سرپرستی میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی پہلی کانفرنس بریڈفورڈ میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں علمائے پاک وہند کے علاوہ دیگر ممالک اسلامیہ کے اکابر ارباب حل وعقد بھی شریک ہوئے، اس کے قیام سے جو پلیٹ فارم اہل سنت وجماعت کو مہیا کیا گیا تھا، وہ پوری طرح روبہ عمل میں نہ آنے کی وجہ سے دم توڑ گیا۔

رضا اکیڈمی کا قیام:

چودہویں صدی کے عظیم مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ چونکہ دنیائے اسلام میں حقانیتِ اہل سنت کا ایک نشان بن چکے تھے، ان کی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات سے انسانیت کو مستفیض ومستفید کرنے کے لئے ضروری تھا کہ دیارِ غیر میں بسنے والے نہ صرف مسلمانوں کو روشناس کرایا جائے بلکہ ان کے حکیمانہ قلم سے غیر مسلموں کو بھی استفادہ کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ تاکہ اسلام کے نور اور عشق رسول ﷺ کی لازوال دولت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، چنانچہ اس مقدس مشن کی تکمیل کے لئے ''رضا اکیڈمی'' سٹاکپورٹ یوکے برطانیہ کا قیام 1979ء میں عمل میں آیا اور پھر اس کے قائم کرتے ہی اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے ''سلام'' مصطفیٰ جانِ رحمت پہ

لاکھوں سلام'' کا انگریزی میں منظوم ترجمہ پروفیسر غیاث الدین قریشی کے رشحات فکر سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا، ساتھ ہی ساتھ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ''عربی'' کا انگلش ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد حنیف فاطمی کے قلم سے شائع ہوا، بچوں کے لئے ابتدائی اسلامی تعلیم کی دو کتابیں انگریزی میں شائع ہوئیں اور پھر عظیم ترین کام ''کنز الایمان'' اردو ترجمہ قرآن اعلیٰ حضرت، انگریزی میں پہلی بار ڈاکٹر سید محمد حنیف فاطمی سے کرایا، جو رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

رضا اکیڈمی برطانیہ کے شاہکار کاموں میں ایک نہایت اہم کام'' ماہنامہ دی اسلامک ٹائمنز'' کا اجراء ہے جو 1985ء میں کیا گیا، اور آج 2005ء تک بیس سال ہونے کو ہیں کہ تعطل کا شکار نہیں ہوا۔ اس اسلامی انگلش میگزین کی تبلیغ واشاعت سے کئی پڑھے لکھے انگریز اتنے متاثر ہوئے کہ انہیں حلقہ بگوش اسلام ہونے میں انکی رہنمائی ہوئی اس کے لکھنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب، پی ایچ ڈی، کیمرج یونیورسٹی، پروفیسر محمد یوسف اینڈریو، محترمہ آمنہ صاحبہ، محترمہ مریم وغیرھم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ رضا اکیڈمی کے بانی ممبروں میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی ، پروفیسر غیاث الدین قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون، ایسے اہل علم وقلم دارِ فنا سے دارِ بقاء کی طرف منتقل ہوگئے ان کے یکے بعد دیگرے وصال نے پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، کو ابتلاء وآزمائش سے دوچار کردیا۔ مگر صبر کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا، اس لئے نہایت ہمت، حوصلے اور تحمل، بردباری اور حلم سے اپنے تبلیغی مشن کو پروان چڑھانے میں شب وروز ایک کئے ہوئے ہیں۔

بیعت وخلافت:

عرفان واحسان، تصوف ومعرفت، طریقت اور حقیقت یہ تمام تر اصطلاحیں شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی شاخیں ہیں۔ ایمان وایقان کی آبیاری اور حسن وخوبصورتی کے لئے علم کے ساتھ ساتھ عمل کا نور بھی شامل ہو تو دولت عرفان مضبوط ومستحکم ہوتی ہے۔ اکابرین اسلام کا معمول ہے ، بیعت وخلافت پر قرآن وسنت ناطق ہیں، اولیائے کرام مشائخ عظام اور علمائے ذوی الاحترام کا معمول بیعت وارشاد ہے، مرشد کامل کی رہنمائی، دنیا وعقبیٰ میں کامیابی کی ضامن ہے، بناء علیہ حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، نے بھی اسی سنت متواترہ کو اپناتے ہوئے غوث الوقت حضرت نوشہ گنج

بخش قادری علیہ الرحمۃ کے خزینہ معرفت وحقیقت کے امین وارث حضرت علامہ الحاج پیر ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت 1981ء میں ہونے کا شرف حاصل کیا، خلافت کی نعمت خاندان امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے 2003ء میں رضوی اور سادات اشرفیہ کچھ چھہ شریف کی طرف سے 2003ء اشرفی نسبت سے موسوم ہیں، حضرت علامہ ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ متاثر کن شخصیت تھے، جو بھی ان سے ملتا اجنبیت کا اسے احساس تک نہ ہوتا۔

راقم السطور تابش قصوری کو بھی حضرت علامہ ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت علامہ مولانا بحرالعلوم مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب قادری مونگیروی علیہ الرحمۃ بمع اہل وعیال بریلی شریف سے ڈوگہ شریف تدریس کے لئے تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب بریلی شریف میں درس تدریس کے ساتھ ساتھ امین دارالافتاء بھی تھے۔ راقم الحروف ان دنوں مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ مگر رسائل وجرائد پاک وہند میں میرے مضامین تسلسل سے شائع ہورہے تھے جن کی برکات سے اہل علم وقلم سے میرے روابط قائم ہوئے۔ ان اکابر میں حضرت مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ہیں، آپ کے بیسیوں خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جو بھارت سے آپ ارسال فرمایا کرتے تھے، القصہ ان کی پاکستان تشریف آوری کے وسیلہ سے مجھے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے امین ووراث حضرت علامہ ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت علامہ ابوالکمال قادری علیہ الرحمۃ حضرت الحاج پیر سید معروف حسین شاہ صاحب عارف نوشاہی مدظلہ، کے برادرِ اکبر ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس روحانی خاندان کے فیوض برکات سے زمانہ بھر کو بہرمند فرماتا رہے۔ آمین

اشاعتی استحکام کے لئے روابط:

حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہ، کو مسلک حق اہل سنت وجماعت کی ترویج اور تبلیغ واشاعت کا عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ وہ قلم کے دھنی ہیں۔ انگلش، اردو میں مقالات لکھنا، لکھوانا، تراجم کرنا اور کروانا، اہل علم وقلم سے ربط وتعلق قائم کرنا اور اسے مستحکم رکھنا آپ کا معمول ہے، دنیا کے

کسی بھی کونے میں کسی اچھے قلمکار اور مقالہ نگار کی خبر ہوئی تو فوراً اس سے بذریعہ فون اور خط وکتاب رابطے شروع کر دیئے اور ان سے جواہرِ علمیہ کی طلب اپنا وظیفہ بنایا۔ برصغیر پاک وہند میں صاحبان قلم سے تحریری کام لینے شروع کئے اور فری یا مفت کو شعار نہ بنایا جیسے ہمارے بعض سُنّی احباب وناشرین کا معمول ہے، کام لینے کے لئے منت وسماجت اور جب کام نکال لیا تو منہ پھیر لیا، مزید بر آں یہ کہ باتیں بنانی شروع کر دیں اور پھر وہی کام کسی دوسرے نام سے مارکیٹ میں بھی آ گیا، اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اگر طوفان میں ہو کشتی تو ہو سکتی ہیں تدبیریں

اگر کشتی میں طوفان ہو تو کیا تدبیریں کام آئیں

الغرض: حضرت پیر صاحب شب وروز مسلک حق کی ترویج واشاعت میں عشق ومستی کے ساتھ مصروف ہیں، آپ کی تبلیغ واشاعتی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بڑے بڑے اکابر نے مکتوبات گراں مایہ سے نوازا، جن میں خاص طور پر حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مفتی اعظم پاکستان مولانا الحاج مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ (پاکستان) اور نازش لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی (کراچی) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ نیز بعض شعراء نے بھی منظوم خراجِ عقیدت ومحبت سے شاد کام کیا۔

ذیل میں منظوم نذرانہ بطور نمونہ ملاحظہ فرمایئے اور موصوف کے لئے دعا فرمائیں تا کہ یہ مسلک کا درد وسوز رکھنے والی شخصیت تادیر خدمت لوح وقلم میں مصروف رہے اور زمانہ مستفیض ہوتا رہے۔ آمین ثم آمین، بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ ﷺ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقط:

محمد منشا تابش قصوری، مرید کے

19 صفر المظفر 1426ھ / 30 مارچ 2005ء

☆☆☆☆☆

کنز الایمان

(25 اکتوبر 85ء بریڈفورڈ میں کنز الایمان کے انگریزی ترجمہ کی نقاب کشائی کے موقعہ پر لکھی گئی ایک نظم)

کرامت ہے امامِ اہلسنّت قطب دوراں کی
مچی اک دھوم ہے سارے جہاں میں کنزِ ایمان کی
یہ فیض جاوداں دیکھو بریلی کے مسیحا کا
ضیاء ہے مشرق ومغرب میں پھیلی نورِ قرآن کی
جہانِ علم و عرفان میں ہے یہ تفسیر لاثانی
کہ جس نے پاسبانی کی ہمارے دین وایماں کی
بُجھانے کی بہت کیں کوششیں بادِ مخالف نے
مگر بڑھتی گئی اُتنی ہی لو شمعِ فروزاں کی
نویدِ رونمائی جب سُنی تفسیر قرآں کی
خوشی سے جگمگا اٹھی ہے دُنیا اہل ایماں کی
فلاحِ دین و دنیا ہے کلامِ پاک کی خدمت
کہ ہے موقوف جس پر کامیابی نوعِ انساں کی
مبارک ہو جناب اِلیاس کو صدہا مبارک ہو
ہے ملی جن کو سعادت خدمتِ قرآں کی
مبارک خدمتِ دینِ مبین کی اس سعادت پر

مبارک زادِ راہِ آخرت کے سازو ساماں کی
جنابِ فاطمی کی شانِ خوش بختی کا کیا کہنا!
خدائے پاک نے بخشی ہے اُن کو فہم قرآں کی
مبارک صد مبارک پیر کامل میرِ محفل کو
ہے بزمِ اہلِ دل مرہونِ منت جن کے فیضان کی
کرشمہ ہے یہ فیضانِ نگاہِ پیر کامل کا!
مہک پھیلی ہے دُنیا بھر میں نوشاہی گلستاں کی
مبارک باد کے لائق ہیں شہ معروف نوشاہی
چمن میں جن کے دم سے ہیں بہاریں علم وعرفاں کی
کرن اُمید کی ہیں جن کی مثلِ شمع فروزاں کی
حقیقت میں یہ سب صدقہ ہے صابر" شاہِ رَمل" کا
طفیل اُن کے خدائے پاک نے ہر مشکل ہے آساں کی

☆☆☆

(ماہنامہ اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی تیسری سالگرہ پر خراجِ عقیدت)

مہر واخلاص و مروت کا علَم بردار ہے
دشمنانِ دینِ حق سے برسرِ پیکار ہے
شمعِ روشن کی طرح بن کر اُجالوں کا سفیر
ظلمت و الحاد کے اِس دیس میں ضوبار ہے
اک صدائے دل نشیں سے مثلِ آوازِ جرس
مسلم شوریدہ سر کر رہا بیدار ہے
اِس اندھیروں کے جہاں میں بن کے مشعل نور کی
فیض اہلِ دِل کے ہر سُو بانٹتا انوار ہے
پیر کامل برق شہ جو تھے امامِ حال وقال!
اُن کے فیضان نظر کا کر رہا اظہار ہے
حضرتِ الیاس کا یہ کارنامہ ہے عظیم
حق تعالیٰ نے انہیں بخشا دلِ بیدار ہے
ارضِ ظلمت میں مثالِ ماہِ نو ہے ضوفشاں
اِس کا ہر عنوان صابر نور کا مینار ہے

☆☆☆

باغِ الفت کی آبیاری

(یہ نظم اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر لکھی گئی)

جہانِ صدق وصفا کی باتیں وفا کے نغمے سنا رہا ہے
اندھیری راتوں میں شمع بن کر نشانِ منزل دکھا رہا ہے
دیارِ ہمت کا بن کے قاصد پیام پہنچا رہا ہے حق کا
عمل کی دنیا کا بن کے رہبر یہ غافلوں کو جگا رہا ہے
جو اپنے خونِ جگر سے کرتے ہیں باغِ الفت کی آبیاری
اُنھی سے مہر و وفا کا گلشن ہمیشہ پھولا رہا ہے
بھٹک رہے ہیں گلی گلی میں جو چھوڑ کر مصطفےٰ کے در کو
زمانہ اُن تیرہ باطنوں کو جہاں در،در پھرا رہا ہے
دیارِ عرب وعجم نے پائی جو شاہِ رَملؒ کے آستاں سے
سُنا ہے معروف شاہ عارِف وہی خزانہ لٹا رہا ہے
جنہوں نے سب کچھ لٹا کے اپنا کیا ہے رسمِ وفا کو تازہ
اُنھی کی قربانیوں سے زندہ جہانِ صدق وصفا رہا ہے
خوشی سے ناموسِ حق کی خاطر ستم اٹھاتے ہیں اپنی جاں پر
یہی جہاں میں ازل سے صابر طریقِ اہلِ وفا رہا ہے

☆☆☆

پیرِ مغاں

(اسلامک ٹائمز کی پانچویں سالگرہ کے موقعہ پر جناب محمد الیاس نوشاہی سے خطاب)

ہوا دل شاد وخرم دیکھ کر فیض رواں تیرا
رہے آباد میخانہ سدا پیرِ مغان تیرا
رہے محفوظ ہر آفت سے گلشن جاوداں تیرا
ہر اک مشکل میں حامی ہو خدائے دو جہاں تیرا
سدا برسا کریں لطف و کرم کی بارشیں تجھ پر
نگہبان ہو دو عالم میں شفیعِ انس وجاں تیرا
صراطِ عشق و الفت پر رہے محکم قدم تیرا
ہو ہر اک گام پر نوشاہِ عالم پاسبان تیرا
بجا ہے ناز تو جتنا کرے اپنے مقدر پر
کہ سید برق نوشاہی ہے میرِ کارواں تیرا
تر و تازہ رہے تیری امیدوں کا چمن ہردم
کہ جس کو دیکھ کر ہوتا رہے دل شادماں تیرا
ہمیشہ خدمتِ دینِ مبین ہو مشغلہ تیرا
ترقی پر رہے یونہی سدا یہ "ترجماں"(۱) تیرا
وفا کی راہ میں بادِ مخالف سے نہ گھبرانا
کہ اس منزل میں اے راہی ہے یہ بھی امتحاں تیرا
دُعا یہ صابر عاصی کی ہے الیاس نوشاہی
قیامت تک پھلا پھولا رہے یہ گلستاں تیرا

از: قاضی مرتضٰی صابر نوشاہی بریڈفورڈ

(۱) اسلامک ٹائمز مراد ہے۔

اسلامک ٹائمز

(یہ نظم اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی چھٹی سالگرہ کے موقع پر لکھی گئی)

صداقت اور حیا کا ترجماں ہے
خلوص و اتقا کا راز داں ہے
مضامیں اس کے ہیں گلہائے رحمت
حقائق کا سجا اِک گلستاں ہے
دِکھاتا منزلِ صدق و یقیں ہے
سُناتا اہلِ حق کی داستاں ہے
ہے بے شک ترجمانِ اہلسنّت
یہ راز ہر سطر سے اس کی عیاں ہے
وہ خوش قسمت جواں حاجی اِلیاس
عطا جن کو ہوا فیضانِ جاں ہے
ہے نصب العین اُن کا خدمتِ دیں
جو وجہ افتخار دوجہاں ہے
جسے کہتے ہیں معراجِ سعادت
وہ قرآن کی اطاعت میں نہاں ہے
الٰہی صدقہ نوشاہِ عالمؒ
جو اہل معرفت کا دبستاں ہے
رہے یہ چشمہِ فیضان جاری
دُعائے صابر آشفتہ جاں ہے

عشق و محبت کا پروانہ

(دی اسلامک ٹائمز کی دسویں سالگرہ کے موقع پر)

دیارِ کفر میں اسلام کا ڈنکا بجاتا جا
اندھیری رات میں ایمان کی شمعیں جلاتا جا
حدیثِ دردِ دل اہلِ محبت کو سناتا جا
مسرت کا پیامی بن کے روتوں کو ہنساتا جا
پیامِ شوق بن کر شوق کی محفل سجاتا جا
صدائے درد بن کر سونے والوں کو جگاتا جا
بُھلا بیٹھے ہیں جو درسِ وفا اُن غم نصیبوں کو
سبق بھولا ہوا عشق و محبت کا پڑھاتا جا
بڑھی جاتی ہے ہر لحہ بہ لحہ تشنگی جن کی
مئے توحید کے ساغر انہیں بھر بھر پلاتا جا
ہے دنیا خندہ زن جن غم زدوں کی تشنہ کامی پر
مئے تو حید کے ساغر انہیں بھر بھر پلاتا جا
بھٹکتے پھر رہے ہیں جو ضلالت کے اندھیروں میں
دلوں کو اُنکے انوارِ ھدیٰ سے جگمگاتا جا
سکونِ قلب امن و عافیت کی پیاسی دنیا میں
تو نوشہ پیر کے عرفاں کی دولت لٹاتا جا
انہی کے دم سے ہیں رنگینیاں فصلِ بہاراں میں
تو اپنے داغِ دل فصلِ بہاراں کو دکھاتا جا
سکونِ قلب کی دولت اگر منظور ہے صابر
تو یادِ مصطفےٰ سے دل کی بستی کو بساتا جا

دعا گو: قاضی غلام مرتضیٰ صابر قادری، بریڈفورڈ

ترتیب: حافظ محمد وسیم قادری لاہور